إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

سلسلۂ جدید

نصاب اہل خدمات شرعیہ

حصہ پنجم

مشتمل بر مسائل ضروریہ

خطبہ

مع نماز جمعہ، عیدین، کسوف، استسقاء، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ

خادم الشرع غلام محی الدین قاضی سرکار گھن پورہ ضلع محبوب نگر

نے

اہل خدمات شرعیہ ملک سرکار عالی سے زمرہ خطباء کیلئے خصوصاً اور ناواقف مسلمانوں کیلئے عموماً معتبر کتب فقہ حنفی سے سلیس عام فہم اردو میں مرتب کیا

اور بعد پسندیدگی

عالیجناب معلی القاب نواب صدر یار جنگ بہادر الصدر و المہام امور مذہبی سرکار عالی

شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن میں چھپوایا

بار اول ۱۳۴۴ھ تعداد ۲۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

دیباچہ

سلسلۂ جدید نصاب اہل خدمات شرعیہ کا یہ پانچواں حصہ ہے جو زمرۂ خطباء کے لئے محکمۂ صدارت العالیہ سرکار عالی کے ایماء سے مرتب کیا گیا ہے۔

۲۔ اس رسالہ میں فرائض خطابت سے متعلق جمعہ، عیدین، کسوف، استسقاء کے مسائل بیان ہونے کے علاوہ نماز خوف، زکوٰۃ اور روزے کے مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں جو اگر بظاہر غیر متعلق معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے کیونکہ خطابت کا فریضہ جمعہ و عیدین کی خطبہ خوانی ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو مسائل دینیہ، اصول و ارکان اسلام سے مستفید کرنا بھی ہے اس لحاظ سے مسائل زکوٰۃ وغیرہ کا اندراج غیر متعلق نہیں بلکہ اسی فریضہ کے تحت ہے۔

۳۔ خطبات جمعہ و عیدین اس میں شامل نہیں کئے گئے بلکہ ان کا مجموعہ علیحدہ شائع ہوا ہے۔

۴۔ حج کے مسائل بھی اس مختصر رسالہ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو سکے زیادہ تر یہ خیال پیش نظر رہا کہ سفر حج کے وقت مسائل حج سے بآسانی استفادہ ہو سکتا ہے۔

۵۔ اس رسالہ میں جو کچھ مسائل درج ہیں سب معتبر کتب فقہ حنفی سے ماخوذ ہیں۔

۶۔ اس رسالہ کو عالیجناب نواب صدر یار جنگ بہادر صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی نے پسند فرما کر شرف منظوری بخشا ہے۔ خاکسار

غلام محی الدین عفا اللہ عنہ
قاضی سرکار گھن پورہ ضلع محبوب نگر

مقام حیدرآباد دکن
خورداد ۱۳۳۹ف مصطفی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

تمہید

قبل اس سے کہ نماز جمعہ کے مسائل شروع کئے جائیں مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے فضائل اور نماز جمعہ کی تاکید بیان کی جائے تاکہ اس کی اہمیت و ضرورت واضح طور پر ذہن نشین ہو جائے اور کما حقہٗ اس کا اہتمام ہو لہٰذا پہلے فضائل بیان کئے جاتے ہیں

جمعہ کے فضائل

وجہ تسمیہ جمعہ چونکہ لوگوں کے اجتماع کا دن ہے یعنی مسلمان نماز کے لئے جامع مسجد میں جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کا نام جمعہ رکھا گیا یا یہ کہ عالم کی پیدائش یکشنبہ سے شروع ہو کر چھ دن میں تکمیل پائی اور کامل آفرینش جمعہ کے دن ختم ہو گئی پس

جمعہ جمیع مخلوقات عالم کے جمع ہونے کا دن ہے یا عظیم الشان واقعات کے وقوع اور اجتماع سے
اس دن کا نام جمعہ قرار پایا مثلاً نسل انسانی کے اصل اول حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش
اسی دن ہوئی اسی دن آپ بہشت میں داخل ہوئے پھر اسی دن زمین پر اتارے گئے اور
اسی دن آپ نے انتقال فرمایا اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔

فضائل احادیث شریفہ میں جمعہ کے دن کو سید الایام، خیر الایام، افضل الایام،
شاہد، یوم المزید، اور عید المومنین فرمایا گیا ہے اور جمعہ کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں
چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدمؑ پیدا کیے گئے اسی دن
وہ جنت میں بھیجے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے[1] اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن ہوگا"
"جمعہ[2] کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ پاک کے پاس سب سے زیادہ بزرگ ہے عید الفطر
و عید الاضحیٰ سے بھی زیادہ باعظمت ہے"۔

---

[1] بظاہر یہ امر منافی احسان معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت بڑا احسان ہے اس لئے کہ حضرت آدمؑ کے آنے سے عالم میں بڑی بڑی برکتیں ہوئیں انبیاء اور اولیاء اور نیکوکار لوگ پیدا ہوئے اور زمین اولاد آدم سے قیامت تک آباد اور گلزار ہوگئی اور بیشمار حکمتیں ہیں۔ اسی طرح آپ کا انتقال فرمانا خداوند تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچنے اور ملاقات و دیدار سے مشرف ہونے کا ذریعہ ہے اور قیامت کا وقوع حصول جنت و نعماء جنت کا موجب ۱۲

[2] چنانچہ کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرتا جس کی صبح میں انس و جن کے سوا باقی تمام فرشتے، آسمان، زمین، پہاڑ، اشجار وغیرہ خائف و ترساں نہ رہتے ہوں کہ شاید آج ہی قیامت قائم ہوجائے ۱۲

تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اسی دن صُور پھونکا جائیگا اس دن مجھ پر کثرت درود بھیجو کہ وہ میرے سامنے لایا جاتا ہے"

"شاہد[1] سے مراد جمعہ کا دن ہے کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں اس میں ایک ساعت[2] ایسی ہے کہ اُس وقت مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہوتی ہے"

"جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک "یوم المزید" ہے (بیحساب دینے کا دن) اہلِ آسمان میں اس کا یہی نام ہے اور یہی وہ دن ہے جس میں جنت کے اندر جنابِ باری کا دیدار ہوگا"

(ایک جمعہ میں ارشاد ہوا) "مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے پس اس دن غسل کرو اور موجود ہو تو خوشبو لگاؤ اور مسواک کو اس دن لازم کرلو"

"جمعہ کی رات نورانی رات ہے اور جمعہ کا دن منور دن"

"جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرتا ہے اُس کے لئے شہید کا اجر لکھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے"

"ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کے دن جمعہ کی برکت سے تیز نہیں کیجاتی"

جمعہ اور اُمم سابقہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ اگلی امتوں کو بھی خدا تعالیٰ نے جمعہ کے دن جمع ہونے عبادت کرنے اور شکر نعمت بجالانے کا حکم دیا تھا مگر انھوں نے بدنصیبی سے اس میں اختلاف کیا اور اس سعادت سے محروم رہے اور یہ فضیلت بھی اسی امت مرحومہ

[1] شاہد کا لفظا سورۂ بروج میں وارد ہے اللہ نے اس کی قسم کھائی ہے۔ [2] اس ساعت کی توضیح آئندہ صفحہ ۲۱ میں لکھو

کے حصے میں آئی یعنی جمعہ کے بدلے یہودیوں نے شنبہ کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ خداوند عالم تمام مخلوقات کی پیدائش سے اسی دن فارغ ہوا اور نصاریٰ نے یکشنبہ کو اختیار کیا اس خیال سے کہ یہ آغاز آفرینش کا دن ہے چنانچہ یہ دونوں فرقے اب تک ان دونوں دنوں میں نہایت اہتمام کرتے اور سب کاروبار چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں لیکن جمعہ کا دن چونکہ نسل انسانی کے اصل اول حضرت آدمؑ کی پیدائش کے لحاظ سے[1] نوع انسان کے ساتھ خاص مناسبت رکھتا تھا اور خداوند عالم کا پسندیدہ و منتخب فرمودہ بھی تھا اس لئے اس دن کو بہت عبادت الٰہی اس امت مرحومہ نے پایا حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم (بلحاظ زمانہ) پچھلے ہیں لیکن (عملاً) سب سے اگلے ہیں اس (عبادت کے مخصوص دن یعنی جمعہ) میں سب لوگ ہمارے پیچھے ہیں یہود ہم سے دوسرے دن (شنبہ) میں ہیں اور نصاریٰ تیسرے دن (یکشنبہ) میں اور جس طرح ہمارا دن دنیا میں اُن کے دن پر مقدم ہے اسی طرح قیامت میں بھی امت مرحومہ اُن پر مقدم ہوگی کہ اول یہی اُمت حساب کتاب سے فراغت پا جائیگی

جمعہ اور نماز

(۱) نماز چونکہ ایک پسندیدہ عبادت ہے جو خداوند عالم کو سب عبادتوں سے زیادہ مرغوب و محبوب ہے چنانچہ اسی وجہ سے اُس نے اس عبادت کو روزانہ پانچ وقت مقرر فرمایا ہے تاکہ اس کے ذریعے اُس کی اُن بے شمار نعمتوں و احسانات کا کسی قدر شکر ادا ہو سکے جن کا سلسلہ ابتدائے پیدائش بلکہ قبل پیدائش سے لیکر آخر وقت تک

[1] نیز ان کے جنت میں داخل ہونے اور پھر جنت سے نکلنے اور قیامت کے اسی دن وقوع پذیر ہونیکے لحاظات سے

رہتا ہے اور موت کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا لہٰذا جمعہ کے دن جس میں تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائض ہوئی ہیں ایک خاص نماز کا حکم ہوا۔

(۲) یہ امر مسلم ہے کہ جماعت برکت اور فوائد کثیرہ کے حصول کا ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اُسی قدر برکات و فوائد کا زیادہ ظہور ہوگا اور جماعت کی زیادتی بغیر اس کے ناممکن ہے کہ مختلف محلوں کے لوگ اور قرب و جوار کے باشندے ایک جگہ جمع ہوکر نماز ادا کریں اور یہ امر روزانہ پنجوقتہ نمازوں میں تکلیف دہ تھا اس لیئے شریعت نے ہفتہ میں ایک دن مقرر کیا اور چونکہ تمام دنوں میں جمعہ افضل و اشرف تھا لہٰذا یہ تخصیص اسی کو حاصل ہوئی

نمازِ جمعہ کی تاکید

فرضیت و فضیلت

نماز جمعہ اسلام کے اعلیٰ اور اہم فرائض سے ہے جس کو تمام فرض نمازوں میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے اس کی ادا کا وہی وقت ہے جو ظہر کی ادا کا ہے مگر ظہر کی ادا سے زیادہ اس کے ادا کی تاکید ہے اور اس کے ادا کا ثواب بھی ظہر کے ثواب سے زیادہ ہے نیز اس کے ترک کی سزا اور عذاب ظہر کے ترک کی سزا اور عذاب سے بہت زیادہ سخت ہے الغرض جمعہ کی نماز پنجگانہ نمازوں میں ایک مخصوص اور مستقل نماز ہے اور فرض عین ہے اس کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ — اے ایمان والو! جب نمازِ جمعہ کے لئے اذان

لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا کہی جائے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر
اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ (خطبہ و نماز) کی طرف دوڑو (فوراً جاؤ)
خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۱۲ اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو
احادیث شریفہ میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

"جمعہ مساکین اور فقرا کا حج ہے۔"

"جمعہ میری امت کے فقیروں کا حج ہے۔"

"نمازِ جمعہ جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر حق واجب ہے بجز چار اشخاص کے ایک غلام دوسرے عورت تیسرے لڑکا چوتھا بیمار (کہ ان پر فرض نہیں اسی طرح مسافر اور نابینا پر فرض نہیں)"

"جو شخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے پھر بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کے لئے جائے اور جب مسجد میں پہنچے تو کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہیں ادا کرے پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو خاموش رہے تو اس شخص کے گناہ اس وقت سے دوسرے جمعہ تک معاف ہو جائیں گے اور تین دن زیادہ" (یہ اس لئے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ جو ایک نیکی کرے اس کے لئے دہ چند ثواب ہے)۔

"جو کوئی جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے جامع مسجد پیادہ پا جائے

سوار ہو کر نہ جائے پھر خطبہ سنے اور اس اثناء میں کوئی لغو فعل نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے عوض کامل ایک سال کی عبادت کا ثواب ملیگا ایک سال کے روزوں کا ایک سال کی نمازوں کا

ترکِ جمعہ کی وعید احادیث شریفہ میں ترکِ جمعہ پر سخت سخت وعیدیں وارد ہیں چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

(۱) "میرا مصمم ارادہ ہوا کہ کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں (اپنی جگہ امام کردوں) اور خود ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے"

(۲) "لوگ نمازِ جمعہ کے ترک سے باز رہیں ورنہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دیگا پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے"

(۳) "جو شخص بلا ضرورت جمعہ کی نماز ترک کرتا ہے وہ منافق لکھدیا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو کبھی محو نہ ہو اور نہ بدلی جائے"

(۴) "جو شخص تین جمعے بلا عذر ترک کردے تو خدا تعالیٰ اس کے دل پر مہر کردیتا ہے"

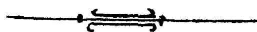
(ایک روایت میں ہے کہ) "خداوند عالم اس سے بیزار ہو جاتا ہے"

(۵) "جس نے پے درپے تین جمعے ترک کردے بلاشبہ اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا"

(۶) "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنا) فرض ہے مگر بعض (مسافر، عورت، لڑکا اور غلام مستثنیٰ ہیں)

پس اگر کوئی شخص (نماز جمعہ چھوڑکر) لغو کام یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو خداوند تعالےٰ بھی اس سے اعراض فرماتا ہے اور وہ بے نیاز اور محمود ہے" (یعنی اس کو کسی کے عبادت کی پرواہ نہیں اور وہ بہمہ صفت موصوف ہے)۔

(آپ نے خطبہ پڑھا اور خطبہ میں فرمایا کہ) "اے لوگو مرنے سے پہلے توبہ کرو اور نیک کام کرنے میں جلدی کرو اور یاد خدا کی کثرت اور ظاہر و پوشیدہ صدقہ کی کثرت سے جو تعلقات تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ہیں ان کو ملاؤ (اگر ایسا کروگے تو) تمہیں روزی دیجائیگی اور تمہاری مدد کی جائیگی اور تمہاری شکستگی دور کی جائیگی اور جان لو کہ اللہ نے تم پر جمعہ فرض کیا ہے اسی مقام میں اسی مہینے میں اسی سال میں قیامت تک فرض رہیگا جو شخص میری زندگی میں یا میرے بعد ہلکا جانکر یا بطور انکار جمعہ کو ترک کرے اور اس کا کوئی امام ہو عادل یا ظالم تو اللہ تعالےٰ اس کی پریشانیوں کو دفع نہ کرے نہ اس کے کسی کام میں برکت دے آگاہ رہو کہ نہ اس کی نماز قبول ہوگی نہ زکوٰۃ نہ روزہ نہ حج نہ کوئی نیکی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اگر توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیگا"



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمازِ جمعہ کے مسائل

نمازِ جمعہ کا حکم **ف ۱** نمازِ جمعہ فرضِ عین ہے قرآن مجید احادیث شریف اور اجماعِ امت سے ثابت ہے اور بہ نسبت نمازِ ظہر کے زیادہ مؤکّد اور اعظم شعائرِ اسلام سے ہے اس کی فرضیّت کا منکر کافر اور بے عذر ترک کرنے والا فاسق ہے۔

نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں **ف ۲** نمازِ جمعہ واجب ہونے کی چھ شرطیں ہیں:—

(۱) مقیم ہونا (مسافر[1] پر نمازِ جمعہ واجب نہیں)۔

(۲) تندرست ہونا (بیمار[2] پر نمازِ جمعہ واجب نہیں اسی طرح بیماردار پر بھی

---

[1] مسافر کی شرعی تعریف اور اس کے فقہی احکام سلسلۂ نصاب حصۂ چہارم میں گزر چکے ۱۲ [2] بیمار سے ایسا بیمار مراد ہے جو جامع مسجد تک پیادہ پا نہ جاسکے ۱۲

واجب نہیں جس کے چلے جانے سے بیمار کا کوئی خبر گیر نہ رہے۔ نہایت ضعیف و بوڑھا بھی جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو بیمار کے حکم میں ہے)۔

(۳) آزاد ہونا۔ (غلام[1] پر نماز جمعہ واجب نہیں)۔

(۴) مرد ہونا۔ (عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں)۔

(۵) چلنے پر قادر ہونا۔ (لنگڑے پر نماز جمعہ واجب[2] نہیں بشرطیکہ لنگڑا پن جامع مسجد تک جانے سے مانع ہو)۔

(۶) بینا ہونا۔ (اندھے پر نماز جمعہ واجب[3] نہیں البتہ کانے اور چندھے پر واجب ہے)۔

توضیح۔ (۱) اگر مسافر، بیمار، غلام، عورت، لنگڑا، اندھا (جن پر جمعہ واجب نہیں) صحت جمعہ کے شرائط کے ساتھ (جن کا ذکر آگے آتا ہے) جمعہ ادا کریں تو نماز ہو جائیگی یعنی ظہر کا فرض اُن کے ذمہ سے اُتر جائیگا۔
(۲) ایسے لوگوں کو جن پر جمعہ واجب نہیں ظہر کے بجائے جمعہ پڑھنا افضل ہے

---

[1] غلام سے نوکر چاکر نہیں بلکہ شرعی غلام مراد ہے جس کا وجود اس وقت ہمارے ملک ہند میں نہیں ہے
[2] اگرچہ مسجد تک اُس کو کوئی اٹھا کر لے جانے والا موجود ہو ۱۲
[3] اگرچہ مسجد تک اس کو کوئی پہنچانے والا موجود ہو ۱۲

بخلاف عورت کے کہ اس کو جمعہ کے بجائے ظہر ہی پڑھنا افضل ہے۔

(**تنبیہ**) شروط مذکرہ کے علاوہ عام شرائط نماز (عقل، بلوغ وغیرہ) کا موجود ہونا نیز ترک جماعت کے عذرات[۱] سے خالی ہونا (جمعہ واجب ہونے کے لئے) شرط ہے۔

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

ف۳۔ نماز جمعہ صحیح ہونے کی شرطیں[۲] چھ ہیں:۔

(۱) مصر (۲) بادشاہِ اسلام (۳) وقتِ ظہر

(۴) خطبہ (۵) جماعت (۶) اذن عام

توضیح شرط اول (مصر) (۱) مصر[۳] (بقول مفتیٰ بہ) اس آبادی کا نام ہے

---

۱ مثلاً شدت سے مینہ برستا ہو یا شدت کا جاڑا یا آندھی ہو یا راستہ میں بہت کیچڑ یا برف ہو یا مسجد جانے میں کسی دشمن یا چور یا حاکم کا خوف ہو (تفصیل کے لئے دیکھو سلسلۂ نصاب حصۂ چہارم جماعت کا بیان) ۱۲

۲ شرط وجوب اور شرط صحت میں یہ فرق ہے کہ جہاں صحت کی شرطیں نہ ہوں وہاں جمعہ صحیح نہیں ہوتا مثلاً مصر نہ ہو، اذن عام نہ ہو، اور جہاں وجوب کی شرطیں نہ ہوں وہاں جمعہ صحیح ہو جاتا ہے مثلاً مسافر، بیمار وغیرہ شروط صحت جمعہ کے ساتھ جمعہ ادا کریں تو اس وقت کا فرض ادا ہو جائیگا ۱۲ ۳ مصر کی تعریف میں فقہا کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ مصر وہ ہے جس میں حدود (شرعی سزائیں) جاری ہوں اور بعض اُن میں قاضی اور حاکم ہونے کی قید لگاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہاں متعدد کوچے، محلے اور بازار ہوں اور اس کے متعلق کچھ دیہات ہوں بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جہاں ہر پیشہ ور اپنے پیشہ کو چلا سکے بعض نے یہ فرمایا ہے کہ جہاں ہر ضرورت کی چیز میسر آتی ہو بعض نے یہ کہ جہاں منبر و خطیب ہو (وغیرہا) لیکن فی نفسہٖ یہ امور مصر کی اصلی یا حقیقی تعریف نہیں ہیں بلکہ بعض شہر کے بڑے بڑے آثار اور مشہور علامات ہیں جو عموماً و عادۃً شہروں میں ہوا کرتے ہیں مصر کی

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

جہاں ایسے مسلمان جن پر نماز جمعہ واجب[1] ہے اس قدر ہوں کہ اگر وہاں کی بڑی سی
بڑی مسجد[2] میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں[3] (۲) فناء مصر بھی مصر کے حکم میں ہے
(فناء مصر وہ تابع مصر مقام ہے جس سے مصر کے حوائج اور عام ضروریات متعلق
ہوں[4] خواہ وہ مصر کے بالکل متصل ہو یا کسی قدر دور[5]) (۳) نماز جمعہ مصر یا فناء مصر[6]
میں فرض ہے قریہ اور جنگل میں درست نہیں البتہ اگر کوئی قریہ مصر سے اس قدر
قریب ہو کہ وہاں کے رہنے والے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے مصر آئیں تو پھر دن ہی
دن میں بلا تصدیع اپنے گھروں کو واپس جا سکیں تو وہ بھی مصر کے حکم میں ہے
اور وہاں کے لوگوں پر بھی نماز جمعہ واجب ہے (۴) مصر یا فناء مصر قریہ متصل مصر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اصلی کا مدار عرف پر ہے چنانچہ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ مصر وہ مقام ہے جو عرف عام میں مصر سمجھا جائے بالآخر جو تعریف مفتی بہ تھی یعنی جہاں بڑی سی بڑی مسجد میں وہاں کے مکلفین نہ سما سکیں وہی تعریف اس رسالہ میں درج کی گئی ۱۲

[1] جن کا ذکر فقرۂ ماقبل میں کیا گیا ہے ۱۲ [2] بڑی مسجد کی مقدار (قول مختار کے بموجب) چالیس گز شرعی ہو (شرعی گز دس گرہ کا ہوتا ہے اس حساب سے ہمارے زمانہ کے مروجہ گز سے بڑی مسجد چالیس گز کی ہوئی) (تنبیہ) بڑی مسجد سے جامع مسجد مراد نہیں بلکہ پنجوقتہ نماز کی مسجدوں سے بڑی مسجد مراد ہے ۱۲ [3] اگر کسی مقام میں اتنی بڑی مسجد جس کی مقدار (قول مختار کے بموجب) چالیس گز شرعی ہو موجود نہ ہو یا کوئی مسجد ہی نہ ہو لیکن وہاں کے رہنے والے مکلفین اس مقدار جگہ میں نہ سما سکیں تو وہ مقام بھی شرعاً مصر ہے ۱۲ [4] اس تعریف سے بڑے گاؤں بھی جواز جمعہ کے لئے شہر ہو گئے اگرچہ عرف عام میں (بمقابلہ شہر) گاؤں کہے جائیں ۱۲ [5] مثلاً گھوڑدوڑ اور دوڑانے کی جگہ، مردے دفن کرنے کی جگہ، لشکر اترنے کی جگہ (وغیرہ) ۱۲ [6] فناء مصر کی تعریف میں آبادی کا مفہوم داخل نہیں صرف تعلق مصالح مصر کافی ہے ۱۲ اشتہ یعنی سب شرائط جمعہ کے ساتھ (فناء مصر میں) نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے (یہ نہیں کہ ساکنان فناء مصر کو مصر میں آکر جمعہ پڑھنا ضروری)

کے علاوہ قصبہ[1]، فناء قصبہ[2]، قریۂ متصل قصبہ[3] میں بھی نماز جمعہ صحیح اور جائز ہے

(۵) چھوٹے قریوں کا یہ حکم ہے کہ اگر وہاں بادشاہ یا حاکم شرع کی اجازت سے جامع مسجد بنائی گئی ہو تو اس صورت میں وہاں جمعہ پڑھنا واجب[4] ہے (اذن حاکم کی وجہ سے شرطِ مصر باقی نہیں رہتی) اسی طرح جس قریۂ خورد میں سلطان یا حاکم شرع نے جمعہ پڑھنے کی اجازت دی ہو وہاں بھی جمعہ واجب ہو جاتا ہے[5][6] (خواہ مسجد ہو یا نہ ہو)۔

---

[1] قصبہ وہ مقام ہے جس میں آبادی اور بازار ہو۔ بازار سے وہ مستقل بازار مراد ہے جس میں اکثر حوائج ضروریۂ انسانی پورے ہوں (یہ نہیں کہ ہفتہ واری مجمع یا میلہ ہوتا ہو) بازار اور قصبہ دونوں کی تعریف کا مدار بھی عرف پر ہے ہمارے ملک حیدرآباد دکن کے عرف میں دو ہزار کی آبادی کا مقام قصبہ کہلاتا ہے (تنبیہ اول) قدیم قصبہ میں جب تک آبادی اور بازار یا دونوں میں سے ایک بھی باقی رہے تو وہ قصبہ ہی کے حکم میں رہیگا اور جب دونوں نہ رہیں تو پھر قریۂ صغیرہ ہو جائیگا (تنبیہ دوم) قریۂ صغیرہ آبادی اور بازار دونوں کے جمع ہو جانے سے قصبہ ہو جائیگا (تنبیہ سوم) قریۂ کبیرہ کا حکم اور تعریف مثل قصبہ کے ہے (تنبیہ چہارم) کسی چھوٹے قریہ میں عرس، میلہ وغیرہ کی غرض سے دو ہزار یا زیادہ آدمی عارضی طور پر جمع ہو جائیں تو وہ قصبہ نہیں کہلائیگا اور وہاں جمعہ جائز نہ ہوگا ۱۲ [2] فناء قصبہ کی تعریف مثل فناء مصر کے ہے ۱۲ [3] قریۂ متصل قصبہ کی تعریف مثل قریۂ متصل مصر کے ہے ۱۲ [4] اور جن چھوٹے قریوں میں بلا اجازت حاکم مجاز جامع مساجد بنائی گئی ہوں وہاں جمعہ صحیح نہیں ہوتا [5] اور جن چھوٹے قریوں میں بلا اجازت حاکم مجاز جمعہ پڑھا جاتا ہو وہ صحیح نہیں ہوتا ۱۲ [6] حاصل یہ کہ جن چھوٹے قریوں میں صحت جمعہ موجود نہ ہو وہاں سلطان یا حاکم شرع کی اجازت سے جمعہ صحیح ہو جاتا ہے اور جہاں صحت جمعہ یقینی ہے اور قاعدہ سے جمعہ درست ہے (جیسے شہر، قصبہ وغیرہ) وہاں اذن سلطانی شرط نہیں بلا اذن سلطان یا حاکم [illegible]

(تنبیہ اول) مقامات مذکورۂ بالا کے سوا دوسرے کسی قریہ میں کسی حالت میں نماز جمعہ درست نہیں بلکہ وہاں ظہر بجماعت پڑھنا فرض ہے اگر جمعہ پڑھیں گے تو فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا[1]۔ اسی طرح جنگل[2]، میدان، دریا، پہاڑ میں جمعہ درست نہیں۔

(تنبیہ دوم) یہی حکم عیدین کا بھی ہے اس لیے کہ عیدین کے شرائط و احکام مثل جمعہ کے ہیں سوائے خطبۂ مسنون و تقدیم نماز کے پس جن جن مقامات میں جن جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب ہے انہی مقامات کے انہی لوگوں پر نماز عیدین بھی واجب ہے۔

توضیح شرط دوم (بادشاہ اسلام) (۱) صحت جمعہ کے لئے بادشاہ اسلام یا اُس کی طرف سے کسی شخص (نائب یا امیر یا قاضی یا خطیب یا امام) کا جمعہ میں موجود رہنا (یا اُن کی اجازت کا ہونا) شرط ہے (۲) اگر کسی مقام میں سلطان یا اس کے اجازت یافتہ حکام کی حاضری یا اذن دشوار ہو یا کسی مقام کے بادشاہ اور حکام مسلمان نہ ہوں تو اون مقامات میں بلا حصول اذن بھی جمعہ جائز ہے

---

[1] اور نماز جمعہ جو وہاں پڑھی جائیگی نفل ہوگی جس کا جماعت اور جہر سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا اور ترک فرض ظہر و ترک جماعت مسنونہ کا گناہ اور امر غیر لازم کا لازم گردانا اس کے علاوہ ہوگا ۱۲

[2] البتہ ایسا جنگل یا میدان وغیرہ جو مقامات جواز جمعہ سے بالکل متصل یا کچھ دور واقع ہو اور اُس سے مقامات مذکورہ کے حوائج و ضروریات متعلق ہوں تو چونکہ وہ فناء مصر کی تعریف میں داخل ہوگا اس لیے وہاں جمعہ درست ہوگا

اہل اسلام کسی پر اتفاق کر کے اُس کے پیچھے نماز پڑھا کریں۔

توضیح شرط سوم (وقتِ ظہر) (۱) صحت جمعہ کے لئے وقت ظہر[1] کا ہونا شرط ہے (وقتِ ظہر آنے سے قبل یا اس کے نکل جانے کے بعد نماز جمعہ درست نہیں ہوتی) کہ اگر نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت ظہر نکل جاوے تو نماز جمعہ باطل ہو جائیگی[2] اگرچہ قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد ہو چکا ہو[3])۔

توضیح شرط چہارم (خطبہ) (۱) صحت نماز جمعہ کے لئے نماز سے قبل خطبہ کا پڑھنا شرط ہے یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (گو بنیت خطبہ صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ ہی کہدیا جاوے لیکن اسی مقدار پر اکتفاء کرنا بوجہ مخالفت سنت مکروہ ہے) (۲) اگر بلا خطبہ جمعہ پڑھیں یا خطبہ وقت ظہر[4] سے پہلے یا نماز جمعہ کے بعد پڑھیں تو جائز نہیں[5] (۳) خطبہ کم سے کم تین عاقل و بالغ قابل[6] امامت آدمیوں[7] کے سامنے پڑھنا شرط ہے جو آغاز خطبہ سے

---

[1] ظہر کا وقت زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا اور ہر چیز کا سایہ (سایۂ اصلی کے سوا) دو چند ہونے تک رہتا ہے ۱۲ [2] اس صورت میں نماز جمعہ کی قضاء نہ پڑھی جاوے بلکہ نماز ظہر کی قضا پڑھیں کیونکہ جمعہ کی قضا نہیں ۱۲ [3] کیونکہ وقت ظہر ادا کی شرط ہے تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیئے۔ شروع کی شرط نہیں کہ صرف وقت کے اندر شروع کرنے سے جائز ہو جاوے ہلکہ اگرچہ نماز وقت کے اندر پڑھی جائے اس لئے کہ خطبہ اور نماز دونو کا وقت کے اندر پڑھنا شرط ہے [4] یعنی نہ خطبہ ہوگا اور نہ نماز ہوگی [5] یعنی عورتیں اور بچے نہ ہوں [6] اگرچہ وہ بہرے ہوں یا سوئے ہوں ۱۲

ختم خطبہ تک موجود رہیں (خواہ وہ مسافر ہوں یا مریض) (تنبیہ) خطبہ سے متعلق تفصیلی مسائل مستقل عنوان کے تحت آگے بیان ہونگے۔

توضیح شرط پنجم (جماعت) (۱) جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین قابل امامت آدمیوں[1] کا شروع خطبہ سے ختم نماز تک موجود رہنا شرط[2] (۲) اگر جماعت کے لوگ امام کے سجدہ کرنے سے قبل چلے جائیں (خواہ ایک دو باقی رہیں یا کوئی نہ رہیں) تو جمعہ باطل ہوجائیگا اب ظہر کی نماز ازسر نو پڑھنی ہوگی البتہ اگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو کچھ حرج نہیں امام جمعہ تمام کرلے۔

توضیح شرط ششم (اذن عام) (۱) اذن عام یعنی سب کو مسجد میں بلا روک ٹوک آنے کی عام اجازت ہونا شرط ہے (۲) اگر کسی ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں عام طور پر لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جامع مسجد کے دروازے بند کرکے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

(تنبیہ) (۱) صحت جمعہ کے شروط کا بیان ختم ہوا (۲) اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شروط[3] کے نماز جمعہ پڑھے تو صحیح نہ ہوگی یعنی ظہر کا فرض اس کے

---

[1] اگر صرف عورتیں یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی البتہ مسافر یا مریض ہوں تو ہوجائیگی ۱۲

[2] گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور ۱۲ [3] خواہ سب شرط یا صرف ایک شرط

ذمہ سے ساقط نہ ہوگا بلکہ پھر اُس کو نماز ظہر پڑھنا لازم ہے اور چونکہ یہ نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام (جماعت وجہر) سے پڑھنا مکروہ ہے لہٰذا ایسی حالت میں نماز جمعہ پڑھنا غیر صحیح ہونے کے علاوہ مکروہ تحریمی بھی ہے

تعدد جمعہ (۱) بہتر یہ ہے کہ ایک شہر یا ایک مقام میں وہاں کے رہنے والے مسلمان ایک ہی مسجد میں جمع ہوکر بالاتفاق نماز جمعہ ادا کریں تاکہ قرون[۱] ثلٰثہ کی موافقت اور اظہار شوکت اسلام کا باعث ہو لیکن اگر اس میں حرج ہو تو دفع حرج کے لئے ایک شہر کی متعدد مساجد میں بھی نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے (۲) اگر محض نفسانیت یا سستی اور کاہلی کی وجہ سے متعدد جگہ جمعہ ادا کیا جائے تو گو جمعہ ہو جائیگا مگر خود یہ فعل مکروہ ہوگا۔

جمعہ کے آداب (۱) ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ[۲] کے دن سے کرے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے مثلاً پہننے کے لئے پاک وصاف کپڑوں کا انتظام کر رکھے، اصلاح بنوانی ہو تو بنوالے، ناخن کتروالے، خوشبو استعمال کرنے کا مقدور ہو مگر موجود نہ ہو تو اسی دن لا رکھے غرض جمعہ کی تیاری سے متعلق جو کام ہوں اُن کو پنجشنبہ ہی کے دن کرلے

[۱] قرون ثلٰثہ سے عہد نبوت، عہد صحابہ، اور عہد تابعین مراد ہے ۱۲ [۲] پنجشنبہ کے دن نماز عصر کے بعد خدا کی یاد اور نیک کاموں میں لگا رہے کہ پنجشنبہ کا یہ وقت بھی قابل قدر اور اُس ساعت کے برابر ہے جو یوم الجمعہ میں

تا کہ پھر جمعہ کے روز ان کاموں میں مشغول ہونا نہ پڑے۔

بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ جمعہ کا ثواب سب سے زیادہ اُس شخص کو ملیگا جو اُس کا منتظر رہتا ہو اور ایک روز پہلے یعنی پنجشنبہ سے اس کا اہتمام کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے حتیٰ کہ لوگوں سے پوچھتا پھرے کہ آج کون دن ہے۔

(۲) جمعہ کے دن (نماز فجر کے بعد) غسل کرے کہ جمعہ کا غسل[۱] سنت موکدہ ہے احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔

ف ۔ جمعہ کے دن اگر کئی اسباب غسل جمع ہوں جیسے جنابت، عید، عرفہ، وغیرہ تو صرف ایک غسل کر لینا کافی ہے (جمعہ کا ثواب بھی ملیگا)۔

(۳) غسل کے بعد پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے کہ جمعہ کے دن اچھا لباس[۲] پہننا اور خوشبو لگانا سنت ہے اور اس روز عمامہ باندھنا مستحب۔

(۴) جامع مسجد میں بہت سویرے جائے کہ اس میں بڑی فضیلت ہے جو شخص جتنے سویرے جائیگا اُسی قدر اُس کو زیادہ ثواب ملیگا پس سب سے پہلے

---

[۱] اہل مدینہ جب کسی کو برا کہتے تو یہ کہا کرتے "تو اُس شخص سے بھی بدتر ہے جو جمعہ کے دن غسل نہ کرے" ۱۲ [۲] سفید لباس سب سے اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین ۱۲

اول[۱] وقت مسجد پہنچکر امام کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرے۔

(۵) افضل یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد پیادہ پا جاوے۔[۲]

(۶) جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو سے بسانا مستحب ہے۔

(۷) جمعہ کے دن درود شریف بکثرت پڑھے۔

(۸) جمعہ کے دن قرآن مجید بہت پڑھے خصوصا اس دن سورۂ کہف پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے[۳] نماز جمعہ سے قبل خواہ نماز کے بعد۔

(۹) جمعہ کے دن نوافل کی کثرت اور صدقہ و خیرات میں زیادتی کرے کہ اس دن صدقہ یا خیرات اور ہر نیکی کا ثواب دوچند حاصل ہوتا ہے۔

(۱۰) جمعہ کے دن عصر و مغرب کے درمیان حتی الامکان ذکر و تسبیح اور دعا میں مشغول رہے کہ اس میں ساعت قبولیت کی امید ہے یعنی وہ ساعت جس میں بندہ جو دعا کرے خداوند تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے۔

جمعہ کی اذان کے احکام

ف ۔ (۱) (نماز پنجگانہ کی طرح) نماز جمعہ کیلئے

---

[۱] اول وقت کا ثواب ایسا ہے جیسے اونٹ قربانی کیا پھر ایسا جیسے گائے قربانی کی پھر ایسا جیسے مینڈھا قربانی کیا پھر ایسا جیسے مرغ تصدق کیا پھر ایسا جیسے انڈا صدقہ دیا ۱۲ [۲] کہ اس میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے ۱۲ [۳] حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی سورۂ کہف جمعہ کو پڑھے وہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ رہتا ہے بلکہ اور مزید تین دن تک ۱۲

بھی اذان سنت موکدہ ہے اس کے علاوہ جمعہ کے لیئے دوسری اذان[1] بھی مسنون ہے، پہلی اذان زوال آفتاب کے بعد یعنی ظہر کے وقت مسجد کے باہر کسی اونچی جگہ پر دیجائے اور دوسری اذان مسجد کے اندر امام کے سامنے اُس وقت کہی جائے جبکہ وہ خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر آ بیٹھے (۲) نماز جمعہ کے لیئے اقامت کہنا بھی مسنون ہے اقامت خطبہ تمام ہونے کے بعد کہی جائے (۳) جمعہ کی پہلی اذان سُن کر تمام کاروبار چھوڑ دیکر مسلمانوں کو نماز جمعہ کے لئے جانا واجب ہے اس وقت خرید و فروخت یا اور کسی کام میں مشغول ہونا درست نہیں (۴) گاؤں اور جنگل کے رہنے والے جن پر جمعہ واجب نہیں اگر نماز ظہر جماعت کے ساتھ پڑھیں تو اون کو اذان اور اقامت کہہ لینا درست ہے (۵) اگر کسی ایسے مقام پر جہاں شرط صحت موجود اور جمعہ ہوتا ہو کوئی شخص جمعہ کے دن نماز ظہر کے لئے اذان اور اقامت کہے تو مکروہ تحریمی ہوگا خواہ نماز ظہر کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر، خواہ نماز جمعہ ختم ہونے کے قبل پڑھے یا ختم ہونیکے بعد (۶) جمعہ کی پہلی اذان کا جواب دینا سنت ہے اور دوسری اذان کا ضرور نہیں اقامت کا جواب مستحب ہے (۷) اگر کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو یعنی حالت

---

[1] پہلی اذان عام لوگوں کی اطلاع کے لیئے ہے تاکہ مسجد میں جمع ہو جائیں اور دوسری اذان حاضرین مسجد کی اطلاع کے لئے کہ خطبہ شروع ہوتا ہے (نماز وغیرہ ترک کردیں اور خاموش ہو رہیں) ۱۲

میں جمعہ کی اذان ہونے لگے اور خوف ہو کہ جمعہ نہ ملے گا تو اس کو چاہئے کہ کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کے لئے چلا جاوے۔

صف کے احکام **ف** (۱) مسجد میں اول وقت پہنچکر امام سے قریب[1] پہلی صف میں بیٹھنا چاہئے (۲) پہلی صف[2] میں جگہ ہوتے ہوے دوسری صف میں نہ بیٹھیں بلکہ جب پہلی صف معمور ہو جاوے اُس وقت دوسری صف میں بیٹھنا شروع کریں اسی طرح کل صفوں کو آراستہ کریں (۳) اگر کسی صف میں گنجائش نہ ہو تو خواہ مخواہ دو آدمیوں کے درمیان بیٹھکر تکلیف نہ پہنچائیں (۴) صف میں جس جگہ جو شخص پہلے آکر بیٹھ جاوے اوس جگہ کا وہی شخص مستحق ہے اگر کسی ضرورت سے وہ باہر جاوے اور ساتھ ہی لوٹ آنیکی امید ہو تو اس جگہ پر دوسرا شخص قبضہ نہ کرے (۵) کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھیں (۶) کسی حیلہ سے جانماز وغیرہ بچھا کر جگہ نہ روکیں جو جہاں بیٹھے بیٹھنے دیں (۷) اگر مسجد میں دیر کرکے آئیں تو نمازیوں کی گردنیں پھلانگ کر اگلی صفوں میں پہنچنے کی کوشش نہ کریں بلکہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں (**تنبیہ**) ہر آنیوالا شخص اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ کسی

---

[1] امام سے قریب ہونے میں فضیلت ہے ۱۲ [2] پہلی صف نزول رحمت الٰہی کے لحاظ سے سب صفوں میں بہتر ہے پھر دوسری صف پھر تیسری اسی طرح آخر تک ۱۲

نمازی کے آگے سے نہ گزرے کہ اس میں بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں
وارد ہے "اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس میں
کیا گناہ ہے تو وہ یوہیں چالیس[1] تک ٹھہرا رہے" (۸) اگر اگلی صفوں میں
جگہ خالی ہو تو آنیوالے شخص کو پچھلی صف چھوڑ کر اگلی صف میں پہنچنا اور خالی
جگہ کو معمور کردینا چاہئے اگرچہ وہاں تک پہنچنے میں پچھلی صف والوں کی گردنیں
پھلانگنا اور نمازیوں کے آگے سے گزرنا پڑے[2] بشرطیکہ خطبہ شروع نہ ہوا ہو
(۹) اگر کوئی شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آئے تو اخیر صف ہی
میں بیٹھ جائے اگرچہ اگلی صفوں میں جگہ خالی ہو کیونکہ چلنا اور آگے بڑھنا حالت
خطبہ میں درست نہیں (۱۰) نماز پڑھتے وقت صفیں سیدھی کرلی جائیں یعنی
لوگ آگے پیچھے کھڑے نہ ہوں بلکہ سب برابر اور ایک دوسرے سے مل کر
کھڑے ہوں[3] اس طرح کہ ایک کے کندھے سے دوسرے کا کندھا لگا رہے
اور درمیان میں ذرا سی جگہ بھی نہ چھوڑیں[4] (۱۱) نماز کے وقت لڑکوں کو صف کے
درمیان نہ کھڑا کریں بلکہ سب سے اخیر میں کھڑا ہونے دیں (۱۲) جو بچے[5] بالکل

---

[1] راوی حدیث فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا چالیس سال ۱۲

[2] کیونکہ قصور انہی کا ہے کہ اگلی صفوں میں جگہ خالی چھوڑی اس لئے وہ اسی سلوک کے مستحق ہیں ۱۲

حدیث شریف میں آیا ہے کہ خالی جگہ میں شیطان گھس کر نمازیں خراب کرتا ہے ۱۲

چھوٹے[1] ہوں ان کو مسجد ہی میں نہ لائیں نہ کسی صف میں شامل ہونے دیں۔

خطبہ کے احکام ف۔ (۱) خطبۂ جمعہ نماز جمعہ کی شرط ہے کہ بغیر اس کے نماز جمعہ صحیح نہیں۔

(۲) خطبہ کا کم سے کم تین عاقل و بالغ قابل امامت آدمیوں کے سامنے پڑھنا شرط ہے جو شروع سے آخر تک موجود رہیں اگر اس سے کم آدمی رہیں تو شرط ادا نہ ہوگی۔

(۳) خطبہ میں دو امور فرض ہیں:۔

ایک[۱] وقت جو زوال آفتاب کے بعد اور نماز جمعہ کے قبل ہے اگر وقت ظہر سے قبل یا نماز جمعہ کے بعد خطبہ پڑھا جاوے تو درست نہیں۔

دوسرے[۲] اللہ تعالیٰ کا ذکر جو کم از کم بقدر سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر ہو۔ اگر خطبہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو تو خطبہ نہ ہوگا۔

(تنبیہ) اگرچہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر ایک بار بہ نیت خطبہ[2] کہنے سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے لیکن بلا عذر صرف اسی مقدار پر اکتفا کرنا خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے۔

---

[1] یعنی جن کی عمر سات سال کے اندر ہو ۱۲ [2] اگر الحمد للہ چھینک کر کہے یا سبحان اللہ از راہ تعجب کہے تو یہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہ ہوگا ۱۲

(۴) خطبہ میں بارہ سنتیں ہیں حسب تفصیل ذیل :-

(۱) باطہارت[1] خطبہ پڑھنا۔

(۲) کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا۔

(۳) خطیب کا) قوم کی طرف منہ کرنا[2]۔

(۴) دو خطبے پڑھنا۔

(۵) دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ تین آیتیں پڑھ سکیں (یا خطبہ پڑھنے والے کے تمام اعضاء قرار پا جائیں)۔

(۶) خطبہ شروع کرنے سے قبل دل میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لینا۔

(۷) خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔

(۸) خطبہ الحمد للہ سے شروع کرنا۔

(۹) خطبۂ اولی میں ان چیزوں کا ہونا اللہ تعالی کی حمد و ثنا، اس کی وحدانیت کی شہادت، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسالت کی شہادت، آپ پر درود شریف، مسلمانوں کو وعظ و نصیحت، قرآن مجید کی تین چھوٹی آیتیں، یا ایک بڑی آیت،

---

[1] یعنی دونوں حدثوں سے پاک رہنا ۱۲ [2] اور قبلہ کی طرف پشت ۱۲

اور خطبۂ ثانیہ میں پھر حمد و ثنا، شہادتین، درود شریف اور قرآن مجید کی ایک آیت کا پڑھنا اور وعظ و نصیحت کے بجائے مسلمانوں کے لئے دعا کرنا۔

(۱۰) خطبہ کو زیادہ طول نہ دینا (بلکہ ہر دو خطبوں کو طوالِ مفصل[1] میں سے کسی سورہ کے برابر رکھنا)۔

ف خطبہ مختصر اور نماز سے کم رہے اور نماز (بمقابلۂ خطبہ[2]) طویل۔

(۱۱) خطبہ منبر پر پڑھنا۔

(۱۲) دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا۔

(**تنبیہ**) خطبہ عربی میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے[3] عربی کے سوا

---

[1] سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں طوالِ مفصل کہلاتی ہیں ۱۲ [2] کیونکہ امام کو تخفیفِ نماز کا حکم ہے ۱۲ [3] اس لئے کہ ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خطبہ عربی میں پڑھا باوجودیکہ صدہا بلادِ عجم صحابہ کے زمانے میں فتح ہو گئے تھے اور وہاں کے لوگ عربی سے بالکل واقف نہ تھے اور صحابۂ کرام عربی کے علاوہ عجمی زبانیں بھی جانتے تھے مگر باایں ہمہ ان لوگوں کے لئے خطبہ ان کی زبان میں نہیں بدلا بلکہ عربی ہی میں پڑھا کئے مصفّی شرح موطا میں ہے کہ جب ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین وغیرہ کے خطبوں کو دیکھا تو ان میں چند چیزیں معلوم ہوئیں اللہ تعالیٰ کی حمد، وحدانیت و رسالت کی شہادت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، مسلمانوں کو تقویٰ (پرہیزگاری) کی نصیحت، قرآن مجید کی کسی آیت کی تلاوت، مسلمانوں کے لئے دعا، اور خطبہ کا عربی ہونا، خطبہ عربی ہونے پر مشرق سے مغرب تک تمام مسلمانوں کا التزام رہا باوجودیکہ اکثر ملکوں میں حاضرین عجمی ہوتے تھے انتہیٰ ۱۲

کسی اور زبان[1] میں پڑھنا یا عربی کے ساتھ کسی اور زبان کی نظم یا نثر ملا دینا[2] خلافِ سنت مؤکدہ اور مکروہ تحریمی ہے۔

ف نیز سترِ عورت کے ساتھ یعنی بدن ڈھانکے ہوئے خطبہ پڑھنا اور خطبہ پڑھتے وقت عصا پکڑنا اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے جبکہ مؤذن دوسری اذان کہتا ہو امام کا منبر پر بیٹھنا یہ امور بھی مسنون ہیں۔

(۵) خطبہ میں حسب ذیل امور مستحب ہیں:۔

(۱) خطبہ میں حمد و ثنا اور شہادتین کے بعد لفظ اما بعد سے پند و نصیحت شروع کرنا۔

(۲) خطبۂ ثانیہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہارؓ ازواج مطہراتؓ، صحابۂ کرامؓ خصوصاً خلفاءِ راشدینؓ و بقیہ عشرہ مبشرہ

---

[1] اور زبان سے صرف اردو یا فارسی نہیں بلکہ تلنگی، مرہٹی، کنڑی وغیرہ سب زبانیں مراد ہیں ۱۲

[2] اس سے عموماً یہ غرض ہوا کرتی ہے کہ عربی نہ جاننے والوں کو پند و نصیحت اور اوامر و نواہی سنا یا جائے لیکن یہ غرض منجملہ اغراض خطبہ کے ایک غرض ہے صرف ایک غرض کے لئے خطبہ کو طریقہ ماثورہ سے بدلنا کسی طرح مناسب نہیں درانحالیکہ اولاً اس غرض کی تکمیل کے لئے وعظ مقرر ہے جس سے خاطر خواہ استفادہ ہو سکتا ہے ثانیاً خطبہ کا مقصود ذکر الٰہی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ (اے ایمان والو جب نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو) اسی بناء پر خطبہ کی فرضیت بقدر الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہنے سے ادا ہو جاتی ہے ثالثاً خطبہ میں شان عبادت ہے اور شان عبادت مقتضی اصل زبان یعنی عربی کی ہے اگر عربی کے سوا اور زبان مثلاً تلنگی، کنڑی وغیرہ میں خطبہ پڑھا جائے تو عبادت کی اصلی شان باقی نہ رہے گی ۱۲

اور حضرت کے عمین مکرمین حضرت حمزہ رضؓ اور حضرت عباس رضؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر اور ان کے لئے دعا کرنا۔

ف بادشاہ اسلام کے لئے بھی دعا کرنا جائز بلکہ فی زمانناً لازم ہے۔[1]

(۳) دوسرے خطبہ کو بہ نسبت پہلے خطبہ کے ذرا پست آواز سے پڑھنا

(۴) خطیب کا جمعہ کے دن سیاہ عمامہ باندھنا۔

(۶) خطبہ میں امور ذیل مکروہ ہیں:۔

(۱) خطیب کا منبر پر چڑھتے وقت لوگوں کو سلام کرنا۔

(۲) بلا طہارت[2] خطبہ پڑھنا۔

(۳) بلا ستر عورت خطبہ پڑھنا۔

(۴) خطبہ بیٹھ کر پڑھنا۔

(۵) دوسری اذان ختم ہونے سے پہلے خطبہ شروع کر دینا۔

(۶) صرف خطبۂ اولیٰ پر اکتفا کرنا یا دو خطبوں کے درمیان کا جلسہ ترک کر دینا

(۷) خطبہ کو اتنا طول[3] دینا کہ طوال مفصل کے کسی سورہ سے بڑھ جاوے یا بلا عذر اس قدر مختصر کرنا کہ تین آیتوں سے بھی کم ہو۔

[1] مگر غلط تعریف کرنی مکروہ ہے ۱۲ [2] یعنی بحالت جنابت یا بلا وضو ۱۲
[3] خصوصاً جاڑوں میں ۱۲

(۸) (خطیب کا) خطبہ پڑھنے کی حالت میں کلام کرنا (البتہ کسی کو شرعی مسئلہ بتا دینا یا اشارے سے کسی بری بات کا منع کرنا جائز ہے)۔

(تنبیہ) امور متذکرہ کے علاوہ خطبہ کی بقیہ سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا خلاف کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۷) جب امام خطبہ کے ارادے سے منبر پر چڑھنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو اس وقت سے ختم خطبہ تک آپس میں بات چیت کرنا ذکر تسبیح، یا نوافل پڑھنا سب منع ہے البتہ صاحب[۱] ترتیب اپنی قضاء نماز پڑھ سکتا ہے اسی طرح جو شخص پہلے سے سنت[۲] پڑھ رہا ہو وہ اس کو اختصار کے ساتھ جلد تمام کرلے

(۸) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں خطیب یا قوم دل ہی دل میں دعا مانگ لیں تو مضائقہ نہیں۔

(۹) خطیب کا خطبۂ ثانیہ میں کسی خاص دعاء کے موقع پر خصوصیت سے دائیں بائیں طرف منہ پھیرنا بدعت ہے۔

(۱۰) الفاظ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ پر منبر سے اترنے پھر اَللّٰھُمَّ انْصُرْ پر منبر پر چڑھنے کی کوئی اصلیت نہیں اس سے احتراز مناسب ہے۔

---

[۱] صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ ابتداء بلوغ سے چھ نمازیں قضا نہ ہوں ۱۲ [۲] اگر نفل پڑھ رہا ہو اور ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اس کو چھوڑ دے اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو دو رکعت اختصار کے ساتھ جلد پوری کرکے سلام پھیر دے اور اگر تیسری رکعت میں ہو تو تب بھی اختصار سے چار رکعت پوری کرلے ۱۲

(۱۱) امام کو خطبہ پڑھنے سے پہلے محراب کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے

(۱۲) خطیب کا بالغ ہونا شرط نہیں اگر نابالغ لڑکا بھی خطبہ پڑھ دے تو جائز ہے (بشرطیکہ نماز وہ نہ پڑھائے بلکہ بالغ آدمی پڑھائے)۔

(۱۳) بہتر یہ ہے کہ خطبہ اور نماز ایک ہی شخص پڑھائے۔

(۱۴) اگر خطبہ اور نماز میں بہت فصل ہو جائے مثلاً امام خطبہ پڑھ کر مکان چلا جائے یا کھانا کھائے یا اور کوئی مانع نماز کام کر بیٹھے تو پھر خطبہ از سرِ نو پڑھا جائے[۱]۔

(۱۵) اگر امام کو خطبہ پڑھنے کے بعد[۲] حدث ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ ایسے شخص کو خلیفہ کرے جو خطبہ سننے میں شریک ہو۔

(۱۶) رمضان کے اخیر جمعہ کے خطبے میں وداع و فراق رمضان کے مضامین پڑھنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے منقول نہیں نہ کتب فقہ میں کہیں اس کا ذکر ہے پس اس پر مداومت نہ کرے اور نہ اس کو ضروری سمجھے کہ کہیں عوام کو اس کے مسنون ہونے کا خیال نہ ہو جائے۔

خطبہ سننے کے آداب

(۱) جس وقت امام خطبہ کے ارادے سے منبر کی

---

[۱] البتہ اگر خطبہ کے بعد کسی اور شخص کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کر کے جائے تو اس صورت میں خطبہ کا اعادہ ضرور نہیں ۱۲ [۲] اور اگر نماز میں داخل ہونے کے بعد حدث ہو تو اس وقت (مقتدیوں میں سے) ہر شخص کو خلیفہ کر سکتا ہے (خواہ وہ خطبہ سننے میں شریک ہو یا نہ ہو) ۱۲

طرف[1] چلے اُسی وقت سے ذکر، تسبیح، کلام وغیرہ ترک کر کے ہمہ تن خطیب کے طرف متوجہ ہو جائیں (۲) جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو خطبہ کا شروع سے آخر تک سننا واجب[2] ہے خواہ حاضرین خطیب کے نزدیک بیٹھے ہوں یا خطیب سے دور اور خواہ خطبہ سنائی دے یا نہ سنائی دے (۳) حالت خطبہ میں ایسا کوئی فعل کرنا جو خطبہ سننے میں خلل انداز ہو مکروہِ تحریمی ہے یعنی کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، بات چیت کرنا، سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، ذکر، تسبیح، قرآن مجید یا نفل پڑھنا، یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا وغیرہ امور جس طرح نماز میں منع ہیں اسی طرح حالت خطبہ میں بھی منع ہیں اور جو امور نماز کے اندر مکروہ ہیں وہ خطبہ سننے کے وقت بھی مکروہ ہیں (۴) اگر حالت خطبہ میں کوئی شخص چھینک[3] کر الحمد للہ کہے یا مسجد میں داخل ہو کر سلام کرے تو (چھینک اور سلام کا) جواب دینا واجب نہیں یعنی جواب نہ دیں (۵) اگر کوئی شخص سنت پڑھ رہا ہو اور اس حالت میں خطبہ شروع ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ سنت اختصار کے ساتھ پورا کر لے (۶) خطبہ سننے والوں کو چاہئے کہ قبلہ رو بیٹھیں اور خطیب کی طرف متوجہ رہیں (۷) خطبہ سننے کے وقت دوزانو یعنی جس طرح نماز

---

[1] اس سے پہلے تک ذکر، تسبیح، تلاوت، عبادت میں مشغول رہنا مستحب ہے ۱۲ [2] خطبہ جمعہ کے علاوہ دیگر خطبوں کا سننا بھی اسی طرح واجب ہے مثلاً خطبۂ عیدین خطبہ نکاح وغیرہ ۱۲ [3] چھینکنے والے کو بھی چاہئے کہ الحمد للہ زبان سے نہ کہے دل میں کہہ لے تو مضائقہ نہیں ۱۲

بیٹھتے ہیں اسی طرح بیٹھنا مستحب ہے[1] (۸) اگر خطبہ کی آواز نہ آتی ہو یعنی خطبہ سنائی نہ دے تب بھی خطبہ ہی کی طرف کان لگائے رہیں (آواز نہ آنے کی وجہ سے بات چیت یا ذکر تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں) (۹) خطبہ کے وقت کسی کو کچھ پڑھنے یا بات کرنے سے منع بھی نہ کریں (البتہ اشارہ[2] سے خاموش کر دیں تو مضائقہ نہیں) (۱۰) جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک خطبہ میں آئے تو سامعین اپنے دل میں درود شریف پڑھ لے سکتے ہیں (۱۱) جب آیۂ کریمہ یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما پڑھی جائے تو دل ہی دل میں درود وسلام بھیجیں (۱۲) خطبہ میں صحابہؓ وخلفاؓ کا نام آئے تو بآواز بلند رضی اللہ عنہ کہنا یا جب بادشاہ کا نام آئے تو خلد اللہ ملکہ یا اور کوئی کلمۂ دعا پکار کر کہنا (سامعین، موذن، مکبر سب کے لئے) مکروہ ہے (۱۳) خطبہ کی حالت میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اگلی صفوں میں پہنچنا درست نہیں (۱۴) خطبہ تا پوری طرح ختم ہونے سے پہلے نماز کے لئے کھڑے نہ ہوں۔

تنبیہ بہتر یہ ہے کہ خطبہ ہر مرتبہ نیا پڑھا جائے اور لوگوں کو وقتاً فوقتاً

---

[1] مگر لازم نہیں ہے کیونکہ خطبہ درحقیقت نماز نہیں ہے نہ ظہر کی دو رکعتوں کے قایم مقام ہے البتہ ثواب میں نصف نماز جمعہ کے مانند ہے ۱۲ [2] کہ دوسرے کو منع کرنا بھی بات کرنے میں داخل ہے ۱۲ [3] اگر خطبہ سننے کی حالت میں کسی اندھے کو کنوئیں میں گرتا یا کسی کو بچھو کاٹتا دیکھیں تو اشارہ سے متنبہ کریں اگر اشارہ کافی نہ ہو تو اس وقت زبان سے کہنا جائز ہے ۱۲

جن مسائل کی ضرورت ہو وہ خطبہ میں بیان کئے جایا کریں۔ اگر ہر جمعہ میں ایک ہی خطبہ پڑھا جائے تب بھی درست ہے لیکن ہمیشہ ایک ہی خطبہ پر التزام مناسب نہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جمعے کے دن

یہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اس غرض سے نقل کیا جاتا ہے کہ خطبہ کا اُسلوب اور طریقہ معلوم ہو سکے اگر عام مسلمانوں کی ہدایت و نصیحت نیز تبرک و اتباع کے خیال سے کبھی اس مبارک خطبہ کو پڑھ لیں یا اس کے مقدس الفاظ کو اپنے خطبہ میں شامل کرلیں تو بھی مناسب ہے۔

عادت شریف یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہو جاتے اُس وقت آپ مسجد میں تشریف لاتے (درانحالیکہ آپ کے آگے کوئی چوبدار پکارتا نہ کسی خاص وضع کا لباس ہوتا) اور حاضرین کو سلام کرتے پھر منبر[1] پر چڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور پھر سلام[2] کرتے اور بیٹھ جاتے اور فوراً خطبہ شروع فرما دیتے (اذان اور خطبے میں کچھ فصل نہ ہوتا تھا) حالت خطبہ میں لوگوں کو نزدیک ہونے کا

---

[1] جب تک منبر نہ بنا تھا کسی کمان یا عصا سے ہاتھ کو سہارا دیتے تھے اور کبھی اس لکڑی کے ستون یعنی کھجور کی پیڑے جو محراب کے پاس تھا جہاں آپ خطبہ پڑھتے تھے تکیہ لگا لیتے تھے ۱۲ منہ

[2] دوبارہ سلام کرنا آپ کے خصائص سے تھا ۱۲

ارشاد ہوتا دو خطبے پڑھتے اور دونوں خطبوں کے درمیان کچھ ذرا سی دیر بیٹھ جاتے
اور اس وقت کچھ کلام نہ فرماتے نہ دعا مانگتے جب دوسرے خطبہ سے فراغت
ہوتی حضرت بلالؓ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرما دیتے اکثر نماز جمعہ کی
پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون اور کبھی پہلی میں سبح
اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں هل اتٰك حديث الغاشيه پڑھتے
خطبہ مختصر[1] پڑھتے تھے اور نماز طویل[2] ادا فرماتے تھے خطبہ پڑھتے وقت حضرت
کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مبارک آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں حدیث شریف سے
ثابت ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت حضرت کی حالت ایسی ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی
دشمن کے لشکر سے (جو عنقریب صبح یا شام آیا چاہتا ہو) اپنے لوگوں کو خبردار کرے
اکثر خطبے میں بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا دے کر فرمایا کرتے تھے،
"بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ" (میں اور قیامت اس طرح بھیجا
گیا ہوں جیسے یہ دو انگلیاں) اور اس کے بعد فرماتے تھے **اما بعد**
فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ
وَّشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ

---

[1] حدیث شریف میں آیا ہے کہ خطبہ مختصر پڑھنا اور نماز طویل ادا کرنا آدمی کی عقلمندی اور تفقہ (انتہا کے فہم) کی علامت و دلیل ہے ۱۲ [2] یعنی بنسبت خطبہ کے نماز طویل ہوتی تھی ۱۲

مُؤْمِنٍ مِّنْ نَفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا
اَوْ ضِيَاعًا فَعَلَيَّ کبھی یہ خطبہ پڑھتے تھے یَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ
قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَصِلُوا الَّذِيْ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهٗ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ
وَالْعَلَانِيَةِ تُؤْجَرُوْا وَتُحْمَدُوْا وَتُرْزَقُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدْ
فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فَرِيْضَةً مَكْتُوْبَةً فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فِيْ شَهْرِيْ
هٰذَا فِيْ عَامِيْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ وَّجَدَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا
فَمَنْ تَرَكَهَا فِيْ حَيَاتِيْ اَوْ بَعْدِيْ جُحُوْدًا بِهَا وَاسْتِخْفَافًا بِهَا وَلَهٗ
اِمَامٌ جَائِرٌ اَوْ عَادِلٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ وَلَا بَارَكَ لَهٗ فِيْ
اَمْرِهٖ اَلَا وَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اَلَا وَلَا صَوْمَ لَهٗ اَلَا وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ اَلَا
وَلَا حَجَّ لَهٗ اَلَا وَلَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰى يَتُوْبَ فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ
اَلَا وَلَا تَؤُمَّنَّ امْرَاَةٌ رَجُلًا اَلَا وَلَا يَؤُمَّنَّ اَعْرَابِيٌّ مُهَاجِرًا
اَلَا وَلَا يَؤُمَّنَّ فَاجِرٌ مُّؤْمِنًا اِلَّا اَنْ يَّقْهَرَهٗ سُلْطَانٌ يُخَافُ
سَيْفُهٗ وَسَوْطُهٗ ؎

آپ کا خطبہ ثانیہ یہ ہوتا تھا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ

نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا۔

اکثر حضرت سورہ قٓ ہی خطبے میں پڑھا کرتے تھے[1] حتیٰ کہ (راوی فرماتے ہیں) میں نے سورت قٓ حضرت ہی سے سن کر یاد کی ہے جب آپ منبر پر اس کو پڑھا کرتے تھے

نماز جمعہ کے احکام

ف (۱) جمعہ کے دن بجائے چار رکعت نماز ظہر کے دو رکعت نماز جمعہ فرض[2] ہے۔

(۲) فرض جمعہ کے پہلے چار پھر فرض کے بعد چار[3] اس طرح جمعہ کی آٹھ رکعتیں سنّت موکدہ ہیں۔

(۳) چار رکعت سنّت بعد الجمعہ کے بعد پھر دو رکعت پڑھنا مستحب[4] ہے۔

---

[1] کیونکہ یہ سورہ نہایت موثر نصیحتوں اور تاکید ی زجر و توبیخ پر مشتمل ہے ۱۲ [2] نماز جمعہ کے دن نماز ظہر نہیں ہے بلکہ جمعہ کی نماز نماز ظہر کے قایم مقام کر دی گئی ہے ۱۲ [3] ان چار چار رکعتوں کو ایک سلام سے ادا کرنا چاہئے اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تو سنتیں شمار نہ ہونگی ۱۲ [4] بقول حضرت امام ابو یوسف یہ دو رکعت بھی سنت موکدہ ہیں ۱۲

(۴) اگر کوئی شخص خطبہ پڑھتے وقت آئے تو وہ چار رکعت سنّت قبل الجمعہ نہ پڑھے بلکہ خطبہ سننے میں مشغول ہوجائے اور فرض جمعہ کے بعد ان سنتوں کو ادا کرلے

(۵) نماز جمعہ کی نیت یہ ہے "نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْفَرْضِ صَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ خَالِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مُتَوَجِّهًا اِلٰی جِهَةِ الْکَعْبَةِ الشَّرِیْفَةِ (دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھتا ہوں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے منہ طرف کعبہ شریف کے)"

ف۔ امام امام ہونے کی نیت کرے اور مقتدی اس امام کے اقتداء کی۔

(۶) نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون یا پہلی میں سبح اسم ربك الاعلے اور دوسری میں هل اتاك حديث الغاشيه پڑھنا مسنون[1] ہے۔

(۷) جمعہ کے فرض میں قرأت جہر سے پڑھی جائے۔

(۸) جو شخص سب نمازوں میں امامت کے لایق ہے وہی جمعہ میں بھی امامت کے لائق ہے۔

(۹) جو شخص خطبہ پڑھے اُسی کا نماز پڑھانا بہتر ہے اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے بشرطیکہ اوس نے خطبہ سنا ہو۔

---

[1] لیکن ہمیشہ انہی سورتوں کو نہ پڑھیں کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھیں ۱۲

(۱۰) اوس شخص کو جس نے خطبہ نہ سنا ہو امام بنا کر نماز پڑھنا درست نہیں۔

(۱۱) اگر نماز شروع کر دینے کے بعد امام کو حدث ہو جاے اور وہ اُس وقت کسی شخص کو خلیفہ بنا دے تو اُس میں یہ شرط نہیں کہ خطبہ سننے میں شریک ہو (بلکہ جس نے خطبہ نہیں سنا اس کا خلیفہ بنانا بھی درست ہے)۔

(۱۲) مسافر یا بیمار یا غلام (جن پر نماز جمعہ فرض نہیں اگر یہ) نماز جمعہ کے امام بنائے[۱] جائیں تو جائز ہے۔

(۱۳) خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے خطبہ اور نماز کے درمیان کوئی دنیوی کام یا بات چیت کرنا درست[۲] نہیں۔

(۱۴) اگر کوئی شخص نماز جمعہ کے قعدہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدۂ سہو کے بعد آکر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائیگی پس وہ دو رکعت[۳] نماز جمعہ تمام کرے (ظہر نہ پڑھے)۔

(۱۵) جس شخص پر جمعہ فرض[۴] ہے اس کو شہر[۵] میں جمعہ ہو جانے سے پہلے[۶] ظہر پڑھنا

---

[۱] امام بنائے جائیں یہ نہیں کہ جس کا جی چاہے بطور خود امام بنکر جمعہ پڑھا دیں ۱۲ [۲] البتہ کسی کو شرعی مسئلہ بتانا یا وضو نہ رہا ہو تو وضو کر لینا (وغیرہ) درست ہے ۱۲ [۳] دو رکعت نماز جمعہ تمام کرنے سے نماز ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی ۱۲ [۴] یعنی جس کو کوئی عذر نہ ہو ۱۲ [۵] یا اُن مقامات میں جہاں جمعہ فرض ہے ۱۲ [۶] جمعہ ہو جانے کے بعد ظہر پڑھنے میں کراہت نہیں بلکہ اس وقت تو ظہر ہی پڑھنا فرض ہے البتہ ترک جمعہ کا گناہ سر پر رہا ۱۲

مکروہ تحریمی ہے اور ظہر پڑھ لینے کے بعد بھی جمعہ کے لئے جانا فرض ہے[1] پھر اگر جمعہ کے لئے مسجد جائے[2] اور اُس وقت امام نماز جمعہ میں ہو تو اس کی نماز ظہر باطل[3] ہو جائیگی اس کو چاہیئے کہ اگر جمعہ مل جائے تو پڑھ لے ورنہ دوبارہ ظہر کی نماز پڑھے[4]۔

(۱۶) جس شخص پر کسی عذر کے سبب سے جمعہ فرض نہ ہو وہ اگر ظہر پڑھ کے جمعہ کے لئے مسجد جائے اور مسجد میں نماز جمعہ ہو رہی ہو تو اسکی نماز ظہر بھی باطل ہو گی۔

(۱۷) جس شخص پر جمعہ فرض ہو وہ ظہر کی نماز میں امامت کر کے پھر جمعہ کے لئے مسجد چلا جائے اور وہاں جمعہ ہو رہا ہو تو اس کی نماز ظہر باطل ہو جائیگی مگر مقتدی جو جمعہ کے لئے مسجد نہ جائیں اون کی نماز باطل نہ ہو گی۔

(۱۸) مریض یا مسافر یا قیدی یا اور کوئی شخص جس پر جمعہ فرض نہیں ان لوگوں کو جمعہ کے دن شہر میں جماعت کے ساتھ ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے (خواہ جمعہ سے پیشتر پڑھیں یا جمعہ کے بعد) بلکہ ان کو ظہر علیحدہ علیحدہ پڑھ لینا چاہیئے (۱۹) نیز وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے اگر ان کو جمعہ نہ ملے تو وہ بھی ظہر بلا جماعت بلا اقامت پڑھ لیں (جماعت و اقامت سے پڑھنا مکروہ ہے)۔

---

[1] یعنی ترک جمعہ کے گناہ سے نادم و شرمندہ ہو کر ۱۲ [2] اگر مسجد نہ جائے یا مسجد میں امام نماز ختم کر لے تو پھر نماز ظہر باطل نہ ہو گی ۱۲ [3] یعنی نفل ہو جائیگی ۱۲ [4] اگرچہ مسجد دور ہونے کی وجہ سے جمعہ نہ ملا ہو ۱۲

(۲۰) جہاں جمعہ درست نہیں ہے (مثلاً گاؤں) وہاں کے رہنے والوں کیلئے جماعت جائز ہے یعنی جمعہ کے دن ظہر کی نماز اذاں و اقامت اور جماعت کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔

(۲۱) معذور کے لئے جو جمعہ نہ پڑھ سکے مستحب یہ ہے کہ ظہر نماز جمعہ ہو جانے کے بعد پڑھے۔

(۲۲) جس مقام کے مصر یا قصبہ ہونے میں شک ہو اور وہاں جمعہ پڑھتے ہوں تو خاص اور فہیم اور ذی علم لوگوں کو چاہئے کہ دو رکعت فرض جمعہ اور چار رکعت سنت بعد الجمعہ کے بعد چار رکعت احتیاط ظہر[1] آہستہ قرأت سے بلا جماعت گھر یا مسجد میں پوشیدہ پڑھ لیں[2] اور چاروں رکعت میں ضم سورہ بھی کریں لیکن چونکہ بحق عوام الناس اس نماز (یعنی چار رکعت احتیاط ظہر) کے ادا کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ جمعہ اور اس احتیاط ظہر کی نماز دونوں کو ایک وقت کا فرض سمجھنے لگیں لہذا باندیشۂ فساد عقیدہ ان کو اس احتیاطی نماز سے منع کیا جاوے۔

(۲۳) جمعہ کی جماعت کے لئے انہی لوگوں کا ہونا ضروری نہیں جو خطبہ کے وقت حاضر تھے بلکہ جو لوگ خطبہ میں شریک تھے وہ اگر چلے جائیں اور دوسرے

---

[1] اس کی نیت یوں کریں "میں نے ارادہ کیا کہ سب سے آخیر ظہر جس کا وقت مجھے ملا اور ابتک میں نے اس کو ادا نہیں کیا، ادا کروں"۔ [2] اس کے بعد دو رکعت سنت غیر مؤکدہ پڑھیں ۱۲

لوگ آکر امام کے ساتھ شریک ہو جائیں تو بھی جمعہ صحیح ہوگا۔

خطبہ اور نماز جمعہ پڑھنے کا طریقہ ف ۹ جب ظہر کا وقت شروع ہو جمعہ کی اذان کہی جائے اذان کے بعد سنت قبل الجمعہ پڑھلیں اور لوگ بقدر جماعت آجائیں تو امام کو چاہئے کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھ جائے پھر مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہو کر (دوسری) اذان کہے اذان کے معاً امام کھڑے ہو کر خطبہ شروع کر دے خطبہ میں تمام مسنونات و مستحبات[1] کی پابندی اور مکروہات سے احتراز رہے پہلے خطبہ[2] اولی پڑھے اور بیٹھ جائے[3] اتنی دیر کہ تین آیتیں پڑھی جا سکیں پھر کھڑے ہو کر خطبۂ ثانیہ پڑھے جب خطبۂ ثانیہ ختم ہو تو منبر سے اُتر جائے اور بلا توقف بغیر کسی دنیوی کام یا کلام کے نماز جمعہ کے لئے محراب کے سامنے کھڑا ہو اور مؤذن فوراً اقامت کہے (اس اثناء میں حاضرین امام کے پیچھے صفیں درست اور سیدھی کرلیں) ختم اقامت پر امام تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے اور تمام مسنونات و مستحبات وغیرہ کی پوری رعایت اور قرأت جہری کے ساتھ دو رکعت نماز جمعہ ختم کرے ختم نماز کے معاً مختصر دعاء مانگے یعنی اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ پڑھے پھر (ہر شخص) سنت بعد الجمعہ میں مشغول ہو جائے۔

---

[1] جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ۱۲ [2] خطبۂ اولیٰ و ثانیہ دونوں عربی میں پڑھے ۱۲ [3] خاموش بیٹھے ۱۲

جمعہ کے متفرق احکام

ف (۱) جمعہ کے دن زوال ہو چکنے کے بعد[1] (اُس شخص کا جس پر جمعہ واجب ہے) جمعہ پڑھے بغیر سفر کرنا مکروہ تحریمی ہے[2]

(۲) نماز جمعہ کے لئے مسجد میں دیر کر کے جانا[3] مکروہ ہے۔

(۳) جب نماز جمعہ کے لئے جائیں تو تیز قدم یعنی جلد جلد نہ چلیں بلکہ وقار اور اطمینان کے ساتھ جائیں۔

(۴) اگر نماز جمعہ میں سہو واقع ہو تو سجدۂ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں

(۵) شہر کی جن مسجدوں میں جمعہ نہیں ہوتا انھیں جمعہ کے دن ظہر کے وقت بند رکھنا چاہئے۔

(۶) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ الم سجدہ اور سورۂ دہر پڑھتے تھے لہذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن نماز فجر میں پڑھا کرے[4]

(۷) جمعہ کے دن عین استوا یعنی ٹھیک دوپہر کے وقت نوافل کا پڑھنا صاحبین رح کے نزدیک بلا کراہت درست[5] ہے اور حضرت امام اعظم رح کے نزدیک مکروہ۔

---

[1] شافعی مذہب میں تو جمعہ کے دن زوال سے پہلے بھی سفر کرنا درست نہیں ۱۲ [2] حدیث شریف میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے جو سفر کرے فرشتے اس کو بددعا دیتے ہیں ایک روایت میں یا خود جمعہ کا دن بددعا دیتا ہے جس سے وہ برکت و اعانت الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے ۱۲ [3] یعنی خطبہ شروع ہو جانے کے بعد ۱۲ [4] اور کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھے تاکہ ان سورتوں کے سنت مؤکدہ ہونے کا شبہ نہ ہو ۱۲ [5] یہ خصائص جمعہ سے ہے کیونکہ اور دنوں میں اس وقت نفل پڑھنا مکروہ ہے ۱۲

(۸) جمعہ کے دن قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے کیونکہ اس روز روحیں جمع ہوتی ہیں
(۹) صرف جمعہ کا ایک روزہ رکھنا مکروہ ہے لہٰذا پنجشنبہ یا شنبہ کو بھی شامل کرلے
(۱۰) جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں بندہ جو دعا کرے قبول ہوجاتی ہے یہ متعدد احادیث سے ثابت ہے لیکن اس ساعت کی تعیین میں اختلاف ہے اور اقوال مختلفہ کی تعداد (۴۲) تک پہنچتی ہے جن میں سے معتبر و راجح دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ ساعت خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت سے فرض نماز کے ختم ہونے تک ہے (اس قول کے لحاظ سے چاہئے کہ خطبہ شروع ہونے کے پہلے سے حاضر رہے نیز دعا دل میں مانگ لے کیونکہ خطبہ میں سکوت کا حکم ہے) دوسرا یہ کہ یہ ساعت جمعہ کے آخری دن میں ہے[عہ] یعنی عصر سے غروب آفتاب تک (اس قول کے اعتبار سے لازم ہے کہ یہ وقت لغویت میں نہ گزارے)
(۱۱) اگر مسجد میں کوئی سائل آئے اور نماز پڑھنے والوں کے آگے سے نہ گزرے نہ نمازیوں کی گردنیں پھلانگے اور اصرار سے سوال نہ کرے تو اس کو خیرات دینا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

(تنبیہ ضروری) سنتیں پڑھنا جس طرح خطبہ اولی میں منع ہے اسی طرح خطبہ ثانیہ میں بھی منع ہے بعض لوگ خطبہ اولی ختم ہونے کے بعد خطبہ ثانیہ میں جو سنت پڑھتے ہیں وہ کسی طرح درست نہیں

عہ ترجیح اسی قول کو ہے ۱۲

نمازِ عیدین کے مسائل

عیدین کی تعریف **ف ۱** (۱) عید کہتے ہیں خوشی کے دن کو عیدین سے دو عید یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ مراد ہیں (۲) عید الفطر اُس عید کا نام ہے جو ماہِ مبارک رمضان کے اختتام پر غرۂ شوال کو ہوتی ہے جس میں نماز کے علاوہ صدقۂ فطر بھی دیا جاتا ہے (۳) عید الاضحیٰ وہ عید ہے جو ماہ ذیحجہ کی دسویں تاریخ کو ہوتی ہے جس میں نماز کے علاوہ قربانی بھی دیجاتی ہے۔

نمازِ عیدین کا حکم **ف ۲** (۱) دونوں عیدوں کی نماز واجب ہیں اور انہی لوگوں پر واجب ہیں جن پر جمعہ واجب ہے۔

نمازِ عیدین کے شرائط **ف ۳** (۱) نمازِ عیدین کے شرائط وہی ہیں جو نمازِ جمعہ کے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ نمازِ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور نمازِ عیدین میں سنت[۲] اور جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا چاہئیے اور عیدین کا نماز کے

---

[۱] یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں چونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے انعام بندوں پر عائد ہوتے ہیں اس لئے ان دونوں دنوں میں بطور شکریہ دو دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے ۱۲
[۲] اگر عیدین میں خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز ہو جائیگی (گو ترکِ سنت کا گناہ رہیگا) بخلاف جمعہ کے کہ اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی ۱۲

بعد[1] - جمعہ میں اذان واقامت دونوں ہیں بلکہ دو اذانیں ہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت -

(تنبیہ) ایسے گاؤں میں جہاں صحتِ عیدین کی شرطیں موجود نہ ہوں عیدین کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی[2] ہے البتہ یہاں کے باشندے قریب تر مقام میں جاکر عید کی نماز ادا کرسکتے ہیں -

عیدین کے آداب

مسئلہ عید کے دن حسب ذیل امور مسنون ومستحب ہیں

(۱) اپنی آرائش کرنا (اصلاح بنوانا، ناخن کتروانا) (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا[3] (۴) عمدہ سے عمدہ لباس جو موجود ہو پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) عید کے دن فجر کی نماز محلہ کی مسجد میں پڑھنا (۷) عیدگاہ میں بہت سویرے جانا (۸) عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر دیدینا (۹) عید الفطر میں پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھاکر نماز کو جانا (اگر کھجور ہوں تو طاق عدد میں کھائے) (۱۰) عید الاضحیٰ میں بغیر کچھ کھائے[4] نماز کو جانا (اور اگر قربانی واجب ہو تو نماز سے واپس آکر اپنی قربانی کا گوشت کھانا[5]) (۱۱) عید کی نماز خاص عیدگاہ میں جاکر ادا کرنا (۱۲) عیدگاہ کو ایک راستہ سے جانا

---

[1] اگر عیدین کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھ لیں تو نماز ہوجائیگی بخلاف جمعہ کے کہ نماز ہی نہ ہوگی ۱۲

[2] اس لئے کہ صحت عیدین کی شرط (جمعہ کی طرح) مصر یا قصبہ ہونا ہے اور وہ گاؤں میں مفقود ہے ۱۲

[3] یہ اس کے علاوہ ہے جو وضو میں کیجاتی ہے ۱۲ [4] عیدگاہ کو جانے سے قبل ۱۲ [5] خواہ قربانی واجب ہو یا نہ ہو ۱۲

اور دوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۳) عیدگاہ کو پیادہ پا جانا (بشرطیکہ جا سکے) (۱۴) راستہ میں تکبیر (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد) پڑھتے ہوئے جانا[1] (۱۵) عید الفطر میں تکبیر آہستہ اور عید الاضحیٰ میں باآواز بلند پڑھنا۔ نیز خیرات کی زیادتی خوشی کا اظہار اور مبارکباد دینا مستحب ہے۔

(تنبیہ) عیدین کی نماز (اگرچہ مسجد میں جائز ہے لیکن) عیدگاہ میں جاکر ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین کے لئے عیدگاہ تشریف لیجاتے تھے اور مسجد نبوی میں[2] باوجود اُس فضیلت و شرف کے جو ازروئے احادیث اُس کو حاصل ہے نماز عیدین ادا نہیں فرماتے تھے[3] ہمیشہ آپ کا یہی عمل رہا پس عیدین کی نماز عیدگاہ میں جاکر ادا کریں[4]۔

نماز عیدین کے اوقات

ف (۱) عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے[5] کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوالِ[6] آفتاب سے پہلے تک رہتا ہے۔

---

[1] اور عیدگاہ پہنچکر ختم کر دینا ۱۲ [2] جو لوگ عیدگاہ کو چھوڑ کر شہر کی مسجدوں میں بغیر کسی معذوری کے نماز عیدین پڑھتے ہیں غور کریں کہ معاملہ کس قدر برعکس ہے نیز یہ امر بھی غور طلب ہے کہ عیدین جیسے محترم ایام میں سنت مؤکدہ کی مخالفت کی جاتی ہے اور اعمال خیر کے بجائے مکروہ تحریمی کا ارتکاب ہوتا ہے ۱۲ [3] البتہ ایک عید میں بارش کی وجہ سے عیدگاہ تشریف نہ لیجا سکے ۱۲ [4] کہ اس میں اتباع سنت بھی ہے اور اظہار شوکت اسلام بھی ہے ۱۲ [5] یعنی اتنا بلند ہو کہ اس کی زردی جاتی رہے یا روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ نظر نہ ٹھہر سکے ۱۲ [6] اگر سلام پھیرنے سے پہلے زوال ہو جائے تو پھر نماز عید فاسد ہو جائیگی (یعنی واجب نہ رہیگی نفل ہو جائیگی) ۱۲

(۲) عیدین کی نماز کا (وقت شروع ہو جانے کے بعد) جلد پڑھ لینا مستحب ہے

(۴) افضل یہ ہے کہ عید الاضحیٰ میں جلدی کرے اور عید الفطر میں تاخیر۔

نمازِ عیدین کے رکعات و تکبیرات

ف (۱) ہر عید کے نماز کی دو دو رکعتیں ہیں (۲) عیدین کی نمازوں میں علاوہ معمولی تکبیروں کے ہر رکعت میں تین تین اس طرح ہر نماز میں چھ چھ[1] تکبیرات عیدین واجب ہیں (۳) عیدین کے نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر[2] بھی واجب ہے

نمازِ عیدین کا طریقہ

ف نمازِ عیدین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نمازِ عید کی نیت کریں (نویت أن أصلي ركعتي صلوٰة عيد الفطر مع ست تكبيرات لله تعالىٰ" دو رکعت نماز عید الفطر ادا کرتا ہوں چھ تکبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے" امام امامت کی نیت کرے اور مقتدی اقتداء کی نیت کریں) پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور ثناء پڑھیں پھر (امام و مقتدی ہر دو) اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں[1] اور چھوڑ دیں یا ہاتھ چھوڑ کر اتنی دیر توقف[2] کریں کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں پھر دوسری مرتبہ اسی طرح اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں[3] اور چھوڑ دیں اور اسی قدر

۱؎ ہر تکبیر ان میں سے جداگانہ واجب ہے ۱۲ ۲؎ بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں یہ تکبیر سنت ہے

۲؎ اس توقف میں کوئی ذکر یا تسبیح وغیرہ نہ پڑھیں خاموش کھڑے رہیں ۱۲ ۳؎ جس طرح تکبیر تحریمہ میں اٹھاتے ہیں

توقف کریں پھر تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر (اس دفعہ نہ چھوڑیں بلکہ) باندھ لیں[1] پھر امام (آہستہ) اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہر کے ساتھ پڑھے اور قاعدہ کے موافق رکوع و سجود وغیرہ کرکے دوسری رکعت شروع کرے جب دوسری رکعت میں قرأت (سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ) ختم کرچکے تو (امام و مقتدی ہر دو) پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑدیں اور تین تسبیح کے موافق توقف کریں اسی طرح دوسری اور تیسری تکبیر کہتے اور کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے جائیں (یعنی تیسری[2] تکبیر کے بعد بھی ہاتھ نہ باندھیں چھوڑے رہیں) پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے چوتھی[3] تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور حسب قاعدہ نماز پوری کرلیں ختم نماز کے بعد امام منبر پر کھڑا[4] ہو کر خطبہ پڑھے اور تمام لوگ خاموش بیٹھے خطبہ سنیں عیدین میں بھی دو خطبے ہیں اور دونوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے۔

---

[1] یعنی جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے (جیسے تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء) وہاں تو ہاتھ باندھ لیں اور جہاں کچھ پڑھنا نہیں ہے (جیسے تکبیرات عیدین) وہاں ہاتھ چھوڑے رکھیں ۱۲ [2] اس تکبیر پر جملہ چھ تکبیرات عیدین ختم ہوگئیں پہلی رکعت میں ثناء کے بعد تین اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین ۱۲ [3] یہی چوتھی تکبیر اس نماز عیدین واجب ہے ۱۲ [4] کھڑا ہوتے ہی خطبہ شروع کرے کھڑا ہو کر جمعہ کی طرح بیٹھنے کا حکم نہیں کیونکہ یہاں اذان نہیں ہے ۱۲

(تنبیہ) (۱) عیدالاضحیٰ کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے البتہ عیدالفطر کے بجائے عیدالاضحیٰ کی نیت کرے (۲) عیدالاضحیٰ میں بھی وہ سب چیزیں مسنون و مستحب ہیں جو عیدالفطر میں ہیں فرق اس قدر ہے کہ عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کوئی چیز کھانا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ سے واپس آنے کے بعد۔ عیدالفطر میں راستہ چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے۔ عیدالفطر کی نماز دیر کرکے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کی سویرے۔ اذان و اقامت نہ وہاں ہے نہ یہاں۔

نمازِ عیدین کے احکام

ف (۱) عیدین کی نماز میں[1] (جمعہ کی طرح) پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون یا پہلی میں سبح اسم اور دوسری میں ہل اتاک پڑھنا مستحب ہے۔

(۲) نمازِ عیدین کی تکبیر تحریمہ کا خاص بلفظ اللہ اکبر ادا ہونا واجب ہے (اگر اللہ اکبر کے بجائے) اللہ اجل یا اللہ اعظم کہا جائے تو واجب ترک اور سجدہ سہو لازم[2] ہو گا۔

(۳) نماز عیدین میں تکبیرات عیدین یعنی ہر عید کی نماز میں چھ چھ تکبیریں واجب ہیں اور دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر بھی واجب ہے اگر یہ سہواً ترک ہوں تو

---

[1] ایک روایت میں پہلی رکعت میں سورہ قٓ اور دوسری میں اقتربت الساعۃ پڑھنا مستحب ہے ۱۲

[2] بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اللہ اجل یا اللہ اعظم کہنے سے سجدہ سہو لازم نہ ہو گا ۱۲

سجدۂ سہو لازم ہے۔

(۴) عیدین کی تکبیریں (امام کو) جہر[1] کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں۔

(۵) عیدین کی تکبیروں میں امام اور مقتدی دونوں کو ہاتھ اٹھانا چاہئے[2] اگر امام ہاتھ نہ اٹھائے تو بھی مقتدی برابر اٹھائیں[3]۔

(۶) اگر عیدین کی تکبیریں امام سے سہواً رہ جائیں تو مقتدی بھی چھوڑ دیں اور امام کی متابعت کریں[4]۔

(۷) اگر امام تکبیرات عیدین میں زیادتی کرے تو مقتدی تیرہ تکبیروں تک[5] متابعت کریں تیرہ کے بعد متابعت نہ کریں[6]۔

(۸) اگر عیدین کی نماز میں امام حنفی اور مقتدی شافعی ہوں یا شافعی امام اور حنفی مقتدی تو تکبیروں کی تعداد اور تقدیم و تاخیر میں مقتدی امام کی متابعت

---

[1] اور مقتدی آہستہ کہیں ۱۲ [2] جس طرح تکبیر تحریمہ میں اٹھاتے ہیں ۱۲ [3] پھر ہاتھ چھوڑ دیں ۱۲

[4] پانچ امور ایسے ہیں جن میں امام کی متابعت ضرور ہے اول قعدۂ اولیٰ دوم قنوت پڑھنا سوم سجدۂ تلاوت چہارم سجدۂ سہو پنجم تکبیراتِ عیدین کہ اگر امام ان امور کو کرے تو مقتدی بھی کریں اور اگر امام سے سہواً رہ جائیں تو مقتدی بھی چھوڑ دیں ۱۲ [5] جبکہ امام کی آواز سنتے ہوں ورنہ مکبر کی آواز سننے پر تیرہ کے بعد بھی متابعت کریں ۱۲ [6] چار چیزیں ایسی ہیں جن میں امام کی متابعت نہ کرنی چاہئے اول کسی رکن کی زیادتی (مثلاً دو رکوع یا تین سجدے کرنا) دوم پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا سوم تکبیرات جنازہ کی زیادتی چہارم تکبیراتِ عیدین کی زیادتی کہ اگر امام ان چیزوں کو سہواً کرے تو بھی مقتدیں نہ کریں ۱۲

(۹) اگر امام پہلی رکعت میں (عید کی) تکبیریں بھول جائے اور قرأت شروع کردے تو جبکہ صرف سورۂ فاتحہ پڑھا ہو تو تکبیریں کہہ کر پھر سے قرأت شروع کرے اور اگر دوسری سورت پڑھ رہا ہو تو تکبیریں ختم قرأت کے بعد کہے اگر قرأت کے بعد بھی یاد نہ آئے تو رکوع میں سر اٹھانے سے قبل کہے (لیکن حالتِ رکوع میں تکبیر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے)۔

(۱۰) اگر دوسری رکعت میں امام تکبیر کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو چاہئے کہ حالتِ رکوع ہی میں تکبیر کہے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے

(۱۱) اگر نمازِ عید میں سہو واقع ہو تو سجدۂ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ[1] میں نہ پڑ جائیں

(۱۲) اگر کوئی شخص نمازِ عید میں ایسے وقت آئے جبکہ امام تکبیریں کہہ چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ نیت باندھ کر فوراً تکبیریں کہہ لے (اگرچہ امام نے قرأت شروع کر دی ہو)

(۱۳) اگر کوئی شخص ایسے وقت آئے جبکہ امام رکوع میں ہو تو اگر تکبیریں کہنے کے بعد شریک رکوع ہو سکنے کا گمان غالب ہو تو نیت باندھ کر تکبیریں کہہ لے اور رکوع میں شامل ہو جائے اور اگر خوف ہو کہ تکبیریں کہنے تک امام رکوع سے سر اٹھا لیگا تو نیت باندھ کر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں (تسبیح کے بجائے) تکبیریں کہہ لے (مگر ہاتھ نہ اٹھائے) پھر قبل اس کے کہ پوری تکبیریں کہہ لے

[1] نمازِ عیدین (اور جمعہ) میں چونکہ مجمع کثیر ہوتا ہے اور سجدۂ سہو سے احتمال فتنہ کا ہے اس لئے ایسے مجمعوں میں سجدۂ سہو نہ کرنا چاہئے

اگر امام رکوع سے سر اُٹھالے تو یہ بھی اتباعاً کھڑا ہو جائے ایسی حالت میں جس قدر تکبیریں رہجائیں وہ معاف ہیں۔

(۱۴) اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں آکر شریک ہو تو اس کو چاہیئے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ اپنی گئی ہوئی رکعت ادا کرنے لگے تو پہلے قرأت ختم کرلے پھر قرأت کے بعد تکبیریں کہہ لے۔

(۱۵) اگر کوئی شخص امام کو تشہد[1] میں پائے تو اب نماز امام کی طرح ادا کرے یعنی پہلی رکعت میں تین تکبیریں قرأت سے پہلے کہے پھر دوسری رکعت میں تین تکبیریں قرأت کے بعد۔

(۱۶) اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملے اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا (کیونکہ اس میں جماعت شرط ہے) البتہ کچھ اور لوگ بھی ہوں جن کو نماز نہ ملی ہو تو سب مل کر دوسری[2] جگہ پڑھ سکتے ہیں یا ایسا شخص کہیں دوسری جگہ نماز مل جائے تو جا کر پڑھ لے۔

(۱۷) اسی طرح اگر کوئی شخص نماز عید میں شریک رہا ہو لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد[3] ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا۔

ف بہتر ہے کہ ایسا شخص جس کو نماز عید نہ ملی ہو چار رکعت نماز چاشت پڑھ لے۔

---

[1] اگرچہ یہ تشہد سجدہ سہو کا ہو ۱۲ [2] یعنی جہاں پہلے سب لوگ پڑھ چکے ہوں اس کے سوا اور جگہ اگر پڑھنا ہو تو اُسی جگہ نہ پڑھیں ۱۲ [3] مثلاً نماز کے بعد یاد آئے کہ وضو نہ تھا ۱۲

(۱۸) نمازِ عیدین کا ایک شہر کی متعدد مساجد میں پڑھنا جائز ہے[1]۔

(۱۹) اگر عید کی نماز کسی عذر سے عید کے دن نہ پڑھی جاسکے (مثلاً (۱) بارش ہو رہی ہو (۲) چاند نظر نہ آیا ہو اور زوال کے بعد اطلاع ملے یا زوال سے پہلے ایسے تنگ وقت اطلاع ملے کہ نماز کے لئے لوگوں کا جمع ہونا ممکن نہ ہو (۳) ابر کے دن نماز پڑھی گئی اور ابر کھل جانے پر معلوم ہوا کہ بے وقت پڑھی گئی) تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور عید الاضحی کی نماز تیسرے دن یعنی بارھویں تاریخ تک پڑھی جاسکتی ہے[2]۔

(۲۰) عید الاضحی کی نماز میں بے عذر بھی تیسرے دن تک تاخیر جائز ہے مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بلا عذر تاخیر (دوسرے دن تک) جائز نہیں۔

ف دوسرے دن بھی نمازِ عید کا وہی وقت ہے جو پہلے دن تھا[3]۔

(۲۱) عید کی نماز سے قبل نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ گھر میں پڑھیں یا عید گاہ میں البتہ نماز عید کے بعد گھر میں آکر نفل پڑھنا مکروہ نہیں[4] بلکہ گھر میں آکر چار رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

---

[1] لیکن بجز عید گاہ کے نماز عیدین کا مسجد میں پڑھنا خلاف سنت موکدہ ہے جیسا کہ صفحہ ۵۴ میں مذکور ہوا ۱۲ [2] اور یہ نماز قضا سمجھی جائیگی ۱۲ [3] یعنی ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال آفتاب کے پہلے تک ۱۲ [4] لیکن عید گاہ میں نماز عید کے بعد بھی مکروہ ہے ۱۲

(تنبیہ) (نفل نہ پڑھنے کا) یہ حکم خاص لوگوں کے لئے ہے اور عوام کو نفل پڑھنے سے کسی حال میں منع نہ کیا جاوے خواہ گھر میں پڑھیں یا عیدگاہ میں اگرچہ عیدگاہ میں نماز عید کے بعد پڑھیں[1]۔

(۲۲) اسی طرح عورتوں کو اور جن پر نماز عید واجب نہیں اُن کو بھی نماز عید ہو جانے سے پہلے نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(۲۳) اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ بھی حاضر ہو تو نماز عید کو مقدم کریں پھر عید کے خطبہ پر نماز جنازہ کو مقدم کیا جاوے (یعنی پہلے نماز عید پڑھیں پھر نماز جنازہ پھر خطبۂ عید)۔

(۲۴) اگر عید اور جمعہ ایک دن واقع ہوں تو دونوں نمازیں ادا کرنا واجب ہے (یعنی جمعہ کی ادائی بھی لازم ہے اور عید کی ادائی بھی کیونکہ نماز جمعہ فرض ہے اور نماز عید واجب)۔

خطبۂ عیدین کے احکام

(۱) عیدین میں نماز کے بعد دو خطبے پڑھنا مسنون ہے۔

(۲) عیدین کے خطبوں کے بھی وہی احکام ہیں جو جمعہ کے خطبے کے ہیں البتہ یہ فرق ہے کہ

الف جمعہ کے خطبہ میں خطبۂ اولیٰ سے پیشتر خطیب کا منبر پر بیٹھنا

[1] کیونکہ عوام کو پہلے ہی اعمال خیر سے رغبت کم ہوتی ہے پھر اگر روکا جاوے تو سرے سے ترک ہی کر دیتے ہیں ۱۲

مسنون[1] ہے اور عید کے خطبہ میں سنت یہ ہے کہ خطبۂ اولیٰ سے پہلے خطیب منبر پر نہ بیٹھے[2]۔

ب۔ عید کے خطبے میں خطبۂ اولیٰ و ثانیہ دونوں کی ابتدا تکبیر[3] سے کرنا مسنون ہے یعنی خطبۂ اولیٰ کے پہلے نو مرتبہ[4] اللہ اکبر کہے اور خطبۂ ثانیہ کے پہلے سات مرتبہ نیز (خطبۂ ثانیہ ختم کرکے) منبر سے اترنے کے پہلے بھی چودہ مرتبہ اللہ اکبر کہنا سنت ہے بخلاف خطبۂ جمعہ کے کہ اس میں تکبیر ابتدا میں ہے نہ آخر میں۔

(۳) عیدین میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا مکروہ ہے اگر احیاناً نماز سے پہلے پڑھ لیا جائے تو پھر نماز کے بعد اس کا اعادہ نہ کیا جائے۔

(۴) عید الفطر کے خطبہ میں صدقۂ فطر کے احکام اور عید الاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کئے جائیں۔

ف: بہتر یہ ہے کہ عید سے پہلے جو جمعہ واقع ہو اس میں یہ احکام بتا دئے جائیں تاکہ پیشتر سے لوگ واقف ہو جائیں اور بروقت تعمیل کر سکیں۔

---

[1] کیونکہ جمعہ میں اذان ہے ۱۲ [2] کیونکہ عیدین میں اذاں نہیں ہے ۱۲ [3] پانچ خطبے ایسے ہیں جنکی ابتدا تکبیر سے ہوتی ہے دو خطبے دونوں عیدوں کے اور تین خطبے حج کے، اور تین خطبے ایسے ہیں جو تحمید سے شروع ہوتے ہیں اول خطبۂ جمعہ دوم خطبۂ طلب باراں سوم خطبۂ نکاح ۱۲ [4] مسلسل یعنی پے درپے ۱۲

(۵) عیدین کے خطبہ میں امام جب تکبیر کہے تو سامعین بھی آہستہ تکبیر کہیں۔
(۶) عیدین میں نماز کے بعد لوگوں کا خطبہ سنے بغیر چلے جانا درست نہیں بلکہ (جمعہ کی طرح عید کا بھی) خطبہ سنیں اور خطبہ ختم ہو جانے تک ٹھہرے رہیں (اگرچہ خطبہ کی آواز وہاں تک نہ آتی ہو)۔

تکبیر تشریق کے احکام

(۱) ایام تشریق میں یعنی نویں ذی الحجہ (عرفہ) کی فجر سے تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک[۱] ہر فرض نماز کے بعد تکبیر پڑھنا تکبیر تشریق کہلاتا ہے
(۲) تکبیر تشریق یہ ہے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد (۳) تکبیر تشریق واجب ہے اور اس کے لئے شرط ہے مقیم ہونا، شہر میں ہونا، فرض عین (پنجگانہ) نماز کا جماعت مستحبہ[۲] سے پڑھنا پس مسافروں پر، گاؤں والوں پر، فرض کفایہ (نماز جنازہ) کے بعد، منفرد پر، عورتوں پر تکبیر واجب نہیں البتہ مسافر، گاؤں والے اور عورتیں اگر کسی ایسے شخص کے مقتدی ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو پھر اتباعاً ان پر بھی تکبیر واجب ہوگی لیکن عورتیں آہستہ تکبیر کہیں یہ حضرت امام اعظمؒ کا قول ہے مگر بقول صاحبینؒ مطلقاً فرض عین نماز کے بعد تکبیر واجب ہے[۳] خواہ مسافر ہو یا گاؤں والے منفرد ہو یا عورت اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے

---

[۱] کل تیئیس نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے ۱۲ [۲] یعنی مردوں کی جماعت ۱۲ [۳] اس لئے کہ تکبیر فرض کی تابع ہے تو جن لوگوں پر نماز فرض ہے ان پر تکبیر بھی واجب ہے ۱۲

(۴) نمازِ جمعہ کے بعد بھی تکبیر واجب ہے[1] (۵) نمازِ عید الاضحیٰ کے بعد بھی تکبیر کہہ لیں (۶) نمازِ وتر، سنت، نفل کے بعد تکبیر واجب نہیں (۷) مسبوق و لاحق پر تکبیر واجب ہے مگر یہ اُس وقت کہیں جب خود سلام پھیر لیں (۸) تکبیر کا سلام کے بعد فوراً کہنا واجب ہے اگر سلام کے بعد کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو بناءِ نماز کا مانع ہو (مثلاً کلام کرے یا مسجد سے چلا جائے یا عمداً وضو توڑ ڈالے) تو تکبیر ساقط ہو جائیگی اور اگر بلا قصد وضو ٹوٹ جائے تو تکبیر کہہ لے (۹) تکبیر کا جہر (بلند آواز) سے کہنا واجب ہے (۱۰) تکبیر کا ایک بار کہنا واجب ہے اور تین بار کہنا افضل (۱۱) اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدی متابعت نہ کریں[2] بلکہ فوراً کہہ لیں (۱۲) اگر فرض نماز کی قضا پڑھی جائے تو اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں غیر ایامِ تشریق کی قضا ایامِ تشریق میں پڑھیں ایامِ تشریق کی قضاء غیر ایامِ تشریق میں پڑھیں ایک سال کے ایامِ تشریق کی قضاء دوسرے سال کے ایامِ تشریق میں پڑھیں اسی سال کے ایامِ تشریق کی قضا اسی سال کے ایامِ تشریق میں پڑھیں تو تکبیر صرف اخیر صورت میں واجب ہے اور صورتوں میں واجب نہیں

---

[1] کیونکہ نمازِ جمعہ بھی فرضِ عین ہے ۱۲ [2] آٹھ چیزیں ایسی ہیں کہ امام کرے یا نہ کرے مقتدی ہر حال میں کریں اوّل تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا دوم ثناء پڑھنا سوم تکبیراتِ انتقالی یعنی رکوع و سجود کے وقت تکبیر کہنا چہارم رکوع و سجود کی تسبیحات پڑھنا پنجم ربنا لک الحمد کہنا ششم تشہد پڑھنا ہفتم سلام پھیرنا ہشتم تکبیراتِ تشریق کہنا ۱۲ [3] لیکن عورتیں آہستہ تکبیر کہیں ۱۲

نمازِ کسوف وخسوف کے مسائل

کسوف وخسوف کی تعریف **ف ۱** (۱) کسوف سورج گہن کو کہتے ہیں اور خسوف چاند گہن کو (۲) حدیث شریف میں وارد ہے کہ "کسوف وخسوف کسی کی موت کے سبب سے نہیں ہوتے بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے قدرت کی نشانیاں ہیں ان سے مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے[۱] جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو" ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ "جب کوئی گہن کو دیکھے خواہ سورج گہن ہو یا چاند گہن تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور اللہ اکبر کہے اور نماز پڑھے اور صدقہ دے"۔

نمازِ کسوف کے احکام **ف ۲** (۱) نماز کسوف بالاجماع سنت ہے (۲) نماز کسوف جماعت سے[۲] پڑھی جائے اور وہی امام[۳] پڑھاوے جو جمعہ پڑھاتا ہے اگر امام جمعہ موجود نہ ہو تو پھر سب لوگ علیحدہ علیحدہ[۴] پڑھ لیں (خواہ مسجد میں یا اپنے اپنے گھروں میں) (۳) نمازِ کسوف میں

---

[۱] تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اسکی طاعت بجالائیں ۱۲ [۲] نماز کسوف میں جماعت سنت کفایہ ہے ۱۲ [۳] یا حاکم وقت پڑھائے نیز امام جمعہ جس شخص کو اجازت دے وہ بھی پڑھا سکتا ہے ۱۲ [۴] اگر کسی شخص سے یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف دعا واستغفار میں مشغول رہے ۱۲

خطبہ[1] نہیں ہے (۴) نمازِ کسوف کے لئے اذان و اقامت بھی نہیں اگر لوگوں کا
جمع کرنا مقصود ہو تو الصلوٰۃ جامعۃ پکار دیا جاوے (۵) افضل یہ ہے کہ
نمازِ کسوف عیدگاہ یا جامع مسجد میں پڑھیں (اگرچہ دوسری جگہ بھی جائز ہے) (۶) نماز
کسوف کی دو[2] رکعتیں ہیں اور اس کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اور نوافل کا ہے
یعنی کسوف کی نماز بلا اذان و اقامت بغیر خطبہ کے غیر اوقاتِ مکروہہ میں پڑھیں اور
ہر رکعت میں ایک ہی[3] رکوع کریں (۷) نمازِ کسوف کا طوالتِ قرأت و[4] ارکان سے
ادا کرنا مسنون ہے یعنی[5] بڑی بڑی سورتیں پڑھے (مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ بقر
اور دوسری میں سورۂ آلِ عمران) اور رکوع و سجود بہت دیر دیر تک کرے (۸)
نمازِ کسوف میں قرأت جہر سے نہ کرے (۹) نماز کے بعد امام کو چاہیے کہ دعا
میں مشغول ہو جائے (دعا کے لئے منبر پر نہ چڑھے) بہتر یہ ہے کہ عصا یا کمان پر

---

[1] کیونکہ خطبہ کسی روایت سے ثابت نہیں اور جو کسوف کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے
حضرت ابراہیم کی وفات کے دن ہوا اور اس میں آپ نے خطبہ پڑھا وہ کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا بلکہ
اس لئے تھا کہ ان لوگوں کا وہم دور فرمائیں جنھوں نے یہ خیال کیا تھا کہ یہ گہن آپ کے لختِ جگر کی وفات کے
باعث ہوا ہے ۱۲ [2] دو سے زیادہ رکعتیں بھی جائز ہیں مگر دو رکعت سنت و افضل ہیں ۱۲ [3] امام
شافعیؒ کے پاس دو دو رکوع سے پڑھتے ہیں ۱۲ [4] یہ بھی جائز ہے کہ رکوع و سجود مختصر اور قراءت
طویل کرے یا قرأت مختصر اور رکوع و سجود طویل لیکن قراءت کو طول دینا افضل ہے ۱۲

سہارا دے کر کھڑا ہو اور لوگوں کی طرف منہ کر کے دعا[1] مانگے اور مقتدی آمین آمین کہیں (۱۰) دعا میں اُس وقت تک برابر مشغول رہیں جب تک کہ گہن موقوف اور آفتاب صاف نہ ہو جائے (۱۱) نماز میں تطویل اور دعا میں تخفیف کرنا یا دعا میں تطویل اور نماز میں تخفیف دونوں جائز ہیں لیکن ایک میں تخفیف کرے تو دوسرے میں تطویل کرے[2] (۱۲) اوقات مکروہہ میں نمازِ کسوف نہ پڑھی جائے بلکہ (اس وقت) صرف دعا و استغفار میں مشغول ہیں (۱۳) اگر حالتِ گہن میں کسی نماز کا وقت آجائے تو دعا ملتوی کر کے نماز پڑھ لیں پھر دعا میں مشغول ہوں اور اگر آفتاب (بحالتِ گہن) غروب ہو جائے تو دعا موقوف کر دیں اور نماز مغرب میں مشغول ہو جائیں (۱۴) اگر آفتاب پر ابر آجائے تو دعا موقوف نہ کریں (۱۵) اگر نماز کسوف گہن کے وقت نہ پڑھی گئی ہو تو پھر گہن کے بعد نہ پڑھیں (۱۶) اگر گہن اور جنازہ دونوں جمع ہو جائیں تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھیں (۱۷) گہن کے وقت (مستحقین[3] کو) صدقہ اور خیرات دینا بھی مستحب ہے۔

نمازِ خسوف کے احکام

ف۔ (۱) خسوف کی نماز مستحب ہے

---

[1] قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے نیز بیٹھ کر دعا مانگنا بھی جائز ہے ۱۲ [2] غرض گہن کا سارا وقت نماز اور دعا میں ختم کر دینا مسنون ہے ۱۲ [3] اس کے برخلاف اس موقع پر اکثر تیلی راجہ کو دینے کا جو رواج ہے وہ قابل اصلاح ولایق ترک ہے ۱۲

(۲) نمازِ خسوف کی بھی دو رکعتیں ہیں لیکن اس میں جماعت نہیں (خواہ امام جمعہ موجود ہو یا نہ ہو) نیز اس نماز کے لئے مسجد جانا بھی ضرور نہیں علٰحدہ علٰحدہ اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیں۔

نزولِ حوادث اور نماز

ف (۱) جب کبھی وحشتناک امر پایا جائے یا کوئی مصیبت پیش آئے مثلاً تیز آندھی چلے، یا زلزلہ آئے، یا بجلی گرے، یا بکثرت تارے ٹوٹیں، یا لگاتار پانی برسے، یا کثرت سے اولے پڑیں، یا آسمان سرخ ہو جائے، یا رات میں خوفناک روشنی ظاہر ہو، یا دن میں سخت تاریکی چھا جائے، یا کوئی عام مرض مثل ہیضہ طاعون وغیرہ پھیل جائے یا دشمن کا خوف غالب ہو تو دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے[1]

(۲) ان اوقات میں جو نماز پڑھی جائے اُس میں جماعت نہ کی جائے ہر شخص علٰحدہ علٰحدہ اپنے اپنے گھر میں پڑھ لے۔

قنوت نازلہ

(۳) اسی طرح حادثۂ عظیمہ کے وقت (یعنی جب کبھی بڑی مصیبت نازل ہو) فجر کی[2] نماز میں قنوت پڑھی جائے اس کو قنوت نازلہ کہتے ہیں لیکن یہ صرف حادثۂ عظیمہ ہی کے وقت پڑھیں اور جب وہ دفع ہو تو پھر اس کا پڑھنا موقوف کر دیں۔

---

[1] حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے ۱۲ [2] بعض علماء نے کل جہری نمازوں میں قنوت پڑھنا لکھا ہے ۱۲

استسقاء کے مسائل

استسقاء کی تعریف ف ۱ (۱) استسقاء کہتے ہیں طلب باراں کو اور اصطلاح شرع میں خشک سالی کے وقت اللہ تعالی سے بطریق مخصوص مینہ طلب کرنا استسقاء کہلاتا ہے گویا استسقاء دعاء اور استغفار (گناہوں کی معافی چاہنا یا درخواست مغفرت) ہے (۲) استغفار از روئے نص قرآنی مینہ برسنے کا سبب ہے چنانچہ ارشاد ہے " اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے تم پر کثرت سے مینہ برسائیگا)۔

محل استسقاء ف ۲ (۱) جہاں تالاب، کنوٹے، نہر، باؤلی وغیرہ آدمیوں کے پانی پینے، جانوروں کے پلانے اور کھیتوں کے سینچنے کو نہ ہوں یا ہوں مگر ان میں پانی بقدر کافی نہ ہو اور اوس کی شدید ضرورت ہو وہاں استسقاء مشروع ہے (یعنی ایسے مقام کے لوگ بارگاہِ ایزدی میں بارش کیلئے دعا مانگیں) (۲) جہاں تالاب وغیرہ موجود ہوں اور پانی کافی ہو تو پھر استسقاء کیلئے نہ نکلیں کیونکہ استسقاء شدت ضرورت ہی کے وقت مشروع ہے۔

طریق استسقاء ف ۳ (۱) استسقاء کیلئے مستحب یہ ہے کہ بادشاہ وقت لوگوں کو

حکم دے کہ تین روز تک روزہ رکھیں گناہوں سے توبہ کریں مظالم سے باز آئیں حقداروں کے حقوق ادا کریں پھر چوتھے روز ضعیفوں اور بچوں کو لے کر صحرا کی طرف نکلیں اس طرح کہ سب پھٹے پرانے پیوند لگے مگر پاک کپڑے پہنے پاپیادہ سروں کو جھکائے ہوئے چلیں تاکہ ان کی صورتوں سے بھی عاجزی، مسکنت، خشوع و خضوع ظاہر ہو (برہنہ سر اور برہنہ پا ہوں تو بہتر ہے) اور گھروں سے نکلنے کے پہلے مقدور موافق خیر خیرات کریں، از سر نو توبہ و استغفار کریں مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کریں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں اسی طرح برابر تین روز تک صحرا کی طرف نکلیں اور ہر روز کمزوروں ضعیفوں، اور بچوں کو ضرور ہمراہ لیں یہ بھی حکم ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو ان کی ماؤں سے دور رکھیں تاکہ بچوں کے رونے چلانے اور فریاد و زاری کرنے سے لوگوں کو رقت ہو اور اس کی وجہ سے دریائے رحمت باری جوش میں آجائے نیز جانوروں[1] کو بھی ساتھ لیجانا مستحب ہے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی ماؤں سے جدا رکھنا چاہیے

استسقاء اور نماز و خطبہ (۲) استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے (علیحدہ علیحدہ پڑھ لیں تو مضائقہ نہیں) اور اس میں خطبہ بھی نہیں (صرف دعا و استغفار ہے) اور چادر لوٹانا بھی نہیں یہ مذہب حضرت امام اعظمؒ کا ہے لیکن صاحبینؒ کے

---

[1] مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے ساتھ مینہ کی دعا کے لئے نکلے راستہ میں دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنے اگلے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو جائیں کہ تمہاری دعاء اس چیونٹی کی وجہ سے قبول ہو گئی ۱۲

پاس مسنون ہے کہ امام جماعت سے (بلا اذان و اقامت) دو رکعت نماز پڑھائے دونوں رکعتوں میں قرأت جہر سے کرے اور افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلىٰ اور دوسری رکعت میں هل اتاك حديث الغاشية پڑھے اور نماز کے بعد (تلوار یا عصا پر سہارا دے کر زمین پر کھڑا ہو اور لوگوں کی طرف منہ کر کے) دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور اگر چاہے ایک ہی خطبہ پڑھے (خطبہ[1] میں دعا، تسبیح، استغفار، اور مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت ہو) جب تھوڑا سا خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر لوٹائے[2] اس طرح کہ (چادر مربع ہو تو) اوپر کا رخ نیچے اور نیچے کا رخ اوپر کرے یا (مدور ہو تو) داہنی طرف کا کنارہ بائیں طرف اور بائیں طرف کا کنارہ داہنی طرف کر لے (چادر صرف امام لوٹائے مقتدی نہ لوٹائیں) فتویٰ صاحبین کے قول پر[3] ہے (۳) جب امام خطبہ سے فارغ ہو تو قبلہ کی طرف[4] منہ کر کے پھر اپنی چادر کو لوٹائے اور کھڑے ہوئے استسقاء کی دعا میں مشغول ہو (۴) مقتدی خطبہ اور دعا دونوں وقت قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھے رہیں خطبہ کے وقت خاموش رہیں اور دعا کے وقت

---

[1] اس خطبہ کی ابتداء بھی جمعہ و عیدین کی طرح الحمد سے ہوگی ۱۲ [2] تاکہ حال بدلنے کی فال ہو یعنی قحط مبدل بہ فراخی ہو جائے ۱۲ [3] یعنی جماعت سے نماز پڑھنے، خطبہ پڑھنے اور چادر لوٹانے میں ۱۲ [4] یعنی خطبہ کے وقت امام کا رخ قوم کی طرف رہے اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف ۱۲

آمین کہتے جائیں (۵) امام کو چاہئے کہ کمزوروں ضعیفوں[1] اور بچوں کا واسطہ دیکر دعا مانگے اور دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے[2] ہاتھوں کو خوب بلند کرے[3] اسی طرح اور لوگ بھی ہاتھ اٹھائیں (۶) دعا کے لئے ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ ہتیلیاں زمین کی طرف ہوں اور اُن کی پشت آسمان کی طرف[4] (برخلاف اور دعاؤں کے) (۷) استسقاء کی دعا ماثورہ ہو یعنی اُن دعاؤں سے کوئی دعا کی جائے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں مثلاً اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَّرِیْئًا مَّرِیْعًا نَّافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ (۸) اگر استسقاء کو نکلنے سے پہلے بارش شروع ہو تو بھی مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے طور پر صحرا کی طرف بھیگتے ہوئے چلے جائیں تاکہ باران رحمت میں زیادتی ہو اور خاطر خواہ مینہ برسے (۹) اگر بارش کثرت سے ہو اور لگاتار سلسلہ جاری رہے جس سے نقصان کا خوف ہو تو اُس کے بند ہونے کی دعا کرنی جائز ہے اسکی ماثورہ دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْاٰجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ

---

[1] حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ "تم کو جو رزق ملتا ہے وہ انہیں کمزوروں ضعیفوں کی بدولت ملتا ہے" ایک دوسری روایت ہے "اگر خشوع خضوع کرنیوالے جوان جنگلوں میں چرنیوالے چوپائے، کوزہ پشت بوڑھے اور شیر خوار بچے نہ ہوتے تو تمہاری شامت اعمال سے تم پر عذاب نازل ہوتا" ۱۲ [2] ہاتھ اٹھانا بہتر ہے اگر ہاتھ نہ اٹھائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے تو بھی کافی ہے ۱۲ [3] حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعا میں اسقدر ہاتھ نہ اٹھاتے جتنا استسقاء میں اٹھاتے تھے یعنی اس قدر بلند فرماتے کہ بغلوں کی سپیدی ظاہر ہوتی ۱۲ [4] یعنی الٹے ہاتھ ہوں تاکہ فتنۂ قحط دب جائے ۱۲

نمازِ خوف کے مسائل

نمازِ خوف کا حکم ف (۱) نمازِ خوف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شروع ہوئی تاکہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے شرف اور ثواب سے کوئی محروم نہ رہے مگر آپ کے بعد اس نماز کے باقی رہنے میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اب اس کا جواز باقی نہیں رہا اور طرفین یعنی امام اعظمؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے آپ کے بعد بھی اس نماز کو پڑھا ہے اس لئے اسکی مشروعیت اُسی طرح اس وقت تک برابر باقی ہے فقہائے نے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول کو صحیح لکھا ہے پس اس قول کے بموجب نمازِ خوف جائز ہے[1] بشرطیکہ دشمن کا قریب ہونا یقینی ہو خواہ دشمن انسان ہو یا درندہ جانور یا اژدہا وغیرہ[2] (۲) دشمن کے قریب ہونے سے مراد ہے کہ دشمن ایسا سامنے ہو کہ لوگ اس کو دیکھتے ہوں اور خوف ہو کہ اگر سب لوگ جماعت میں مشغول ہونگے (یعنی ایک ساتھ نماز پڑھنے لگیں گے) تو دشمن حملہ کر دیگا (۳) اگر دشمن کے قریب ہونے کے گمان پر نمازِ خوف پڑھ لی جائے اور نماز پڑھنے کے بعد گمان کی غلطی ظاہر ہو تو صرف مقتدی نماز کا اعادہ[3] کریں (امام کی نماز ہو جائیگی)

---

[1] اگرچہ یہ نماز خلاف قیاس ہے کیونکہ اس میں بہت عمل کثیر ہوتا ہے اور قبلہ سے انحراف بھی لیکن چونکہ قرآن مجید و احادیث میں وارد ہے اس لئے ضرورت شدیدہ کے وقت مشروع رکھی گئی اور عمل کثیر وغیرہ معاف ہے جس طرح حالت نماز میں حدث ہو جانے پر وضو کرنے کے لئے جانا آنا معاف ہے
[2] مثلاً آتش زدگی ۱۲ [3] کیونکہ بلا ضرورت شدیدہ عمل کثیر مفسد نماز ہے ۱۲

نمازِ خوف کا طریقہ ف (۱) نمازِ خوف کا طریقہ یہ ہے کہ جب دشمن بالکل سامنے ہو تو امام جماعت کے دو حصّے کرے ایک حصہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو اور دوسرا حصہ امام کے پیچھے نماز شروع کرے[1] جب امام اس حصہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے (یعنی پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھا لے) تو یہ حصہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے دوسرا حصہ (جو دشمن کے مقابلہ میں ہے وہ) آئے[2] پھر امام اس کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے لیکن مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں پھر پہلا حصہ آئے اور ایک رکعت بغیر قرائت[3] پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیر لے اور دشمن کے مقابل چلا جائے پھر دوسرا حصہ آئے اور بقیہ رکعت قرائت[4] کے ساتھ پڑھ لے اور تشہد کے بعد سلام پھیرے یہ طریقہ دو رکعت والی نماز کا ہے (خواہ نماز ہی دو رکعت کی ہو جیسے فجر، جمعہ، عیدین یا سفر کی وجہ سے قصر یعنی چار کی دو رکعت ہو گئی ہوں) اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو امام ہر حصہ کو دو دو رکعت پڑھائے[5] اور مغرب میں پہلے حصہ کو دو رکعت اور دوسرے حصہ کو ایک رکعت پڑھائے اگر اس کے خلاف ہو (یعنی پہلے کو

---

[1] خواہ استقبال قبلہ حاصل ہو یا نہ ہو ۱۲ [2] اور اس کے آنے تک امام منتظر رہے ۱۲ [3] اس لئے کہ وہ لاحق ہیں اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہے ۱۲ [4] اس لئے کہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق اور منفرد کا حال یکساں ہے ۱۲ [5]

ایک رکعت دوسرے کو دو رکعت پڑھائے تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ یہ طریق عمل اُس صورت سے متعلق ہے جبکہ امام و مقتدی دونوں مقیم ہوں یا دونوں مسافر یا صرف امام مقیم ہو (خواہ مقتدی تمام مسافر ہوں یا بعض مسافر اور بعض مقیم) لیکن اگر امام مسافر ہوا اور مقتدی تمام مقیم ہوں تو اس صورت میں امام ایک حصہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور دوسرے حصہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے پھر پہلا حصہ آئے اور تین رکعتیں بغیر قرأت[1] کے پڑھے پھر دوسرا حصہ آئے اور تین رکعتیں قرأت[2] کے ساتھ پڑھے (پہلی رکعت میں الحمد اور دوسری سورۃ ہو اور باقی دو رکعتوں میں صرف الحمد) اور اگر امام مسافر اور مقتدی بعض مسافر اور بعض مقیم ہوں تو مقیم مقیم کی طرح پڑھیں اور مسافر مسافر کی طرح (۲) دشمن کے مقابل جانے سے مراد پیدل جانا ہے اگر سواری پر جائیں گے تو نماز فاسد ہو جائیگی (۳) دوسرے حصہ کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصہ کا پھر یہاں آکر اپنی نماز تمام کرنا اس کے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آکر نماز تمام کر لینا مستحب و افضل ہے ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز یہیں تمام کر لے اور اس کے بعد دشمن کے مقابل روانہ ہو جب یہ حصہ وہاں پہنچ جائے تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے یہاں نہ آئے (**تنبیہ**) یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اُس وقت ہے جب کہ سب لوگ ایک ہی

---

[1] اس لئے کہ یہ لاحق ہیں ۱۲ [2] اس لئے کہ یہ مسبوق ہیں ۱۲

امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے خواہشمند ہوں مثلاً کوئی شخص بزرگ ہو اور سب اسی کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں ورنہ افضل یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابل چلا جائے پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے

نمازِ خوف کے متفرق احکام

ف ۳۔ (۱) اگر خوف بہت زیادہ ہو کہ سواریوں سے اتر بھی نہ سکیں تو سواریوں ہی پر بیٹھے ہوئے اشاروں سے تنہا تنہا نماز پڑھ لیں استقبالِ قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں اس وقت نماز نہ پڑھیں اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھ لیں (۲) سواریوں پر نماز جماعت سے نہیں پڑھ سکتے البتہ ایک گھوڑے پر دو سوار ہوں تو پچھلا شخص اگلے کی اقتدا کر سکتا ہے (۳) سواری پر فرض نماز اسی وقت جائز ہے جبکہ دشمن ان کا تعاقب کر رہا ہو اور اگر یہ خود دشمن کا تعاقب کر رہے ہوں تو (سواری پر فرض) جائز نہیں (۴) حالتِ نماز میں قتال کرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی (۵) اثنائے نماز میں خوف زائل ہو یعنی دشمن بھاگ جائے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں اور امن کی سی نماز پڑھیں ورنہ نماز نہ ہوگی (۶) باغیوں اور اس شخص کے لیے جس کا سفر کسی معصیت کے لئے ہو نمازِ خوف جائز نہیں (۷) خوف کی وجہ سے نماز میں قصر جائز نہیں (۸) دریا وغیرہ میں تیرنے والا (جبکہ نماز کا وقت اخیر ہو) اگر کچھ دیر اعضاء کو حرکت دئیے بغیر رہ سکے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے ورنہ بعد قضا پڑھے

زکوٰۃ کے مسائل

تمہید

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور رکن دوم یعنی نماز کی طرح ایک نہایت جلیل القدر اور قابل اہتمام رکن ہے شریعت مقدسہ میں نماز کے بعد سب سے زیادہ اسی کی تاکید ہے اور اس کی فضیلت بھی بیش از بیش بیان ہوئی ہے زکوٰۃ کی فضیلت و تاکید کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں بتیس جگہ تو اس کا ذکر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے متصل فرمایا گیا ہے اور متعدد جگہ علٰحدہ بھی ذکر ہے نیز احادیث شریفہ میں بھی نماز اور زکوٰۃ دونوں کو ایک ساتھ ارشاد فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ غایت درجہ اتصال ہے اور نماز شریعت میں جیسی کچھ مہتم بالشان عبادت ہے اور اس کی جو کچھ تاکید وارد ہے ظاہر ہے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کو نماز سے اتصال عطا فرمایا ہے تو پھر (بلحاظ ادا) زکوٰۃ کی قدر اور اہتمامی شان بھی نماز کے قریب قریب قرار پاتی ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے

ٍ۱ بعضوں نے بلحاظ عبادات نماز کو پہلا اور زکوٰۃ کو دوسرا رکن لکھا ہے ۱۲

کہ زکوٰۃ کی کیا فضیلت ہے اور اللہ پاک کو اس کی کس قدر تاکید منظور ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی ادا سے باز رہنے والوں کو ایسے ایسے سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ اُن کے خیال و تصور سے ایمان والوں کے دل کانپ اُٹھتے ہیں اور اُن کو سن کر کبھی کوئی ایمان دار جرأت نہیں کر سکتا کہ زکوٰۃ کی ادائی میں ذرہ برابر تامل و تاخیر کرے نمونہ کے طور پر دو دو آیات کریمہ واحادیث شریفہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران)

اور جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے مال (کی زکوٰۃ دینے) میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخل اُن کے لئے مفید ہے بلکہ (وہ یقین کریں کہ) وہ اُن کے لئے بُرا ہے عنقریب قیامت کے دن جس چیز کے ساتھ انھوں نے بخل کیا ہے اُس کا طوق انھیں پہنایا جائیگا۔

اس آیۂ کریمہ کے مطلب کی توضیح حدیث شریف میں اس طرح فرمائی گئی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ مال دے اور

وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو اُس کا وہ مال قیامت کے دن اُس کے سامنے ایک مار سیاہ کی شکل میں ظاہر کیا جائیگا جس کے دو نقطے ہوتے ہیں وہ اس کی گردن میں لپٹ جائیگا اور اُس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ لیگا اور کہیگا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے اس آیۃ کی تلاوت فرمائی

"وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَة"

(۲) وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (توبہ)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (زکوٰۃ نہیں دیتے) تو (اے نبی کریم) آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے جس دن کہ وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم کئے جائیں گے پھر اُن سے اُن کی پیشانیاں اور اُن کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائیگا کہ) یہ وہی (سونا چاندی) ہے جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا پس (اب

جو تم نے جمع کیا تھا اُس کا مزہ چکھو۔

اس آیۂ کریمہ کی مزید توضیح حدیث شریف میں اسی طرح ہوی ہے "حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائیگا نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی پر رکھی جائیگی بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑا کر دیا جائیگا کہ لاکھوں کروروں روپیے جمع کئے ہوں تو بھی ہر روپیہ کا جدا گانہ داغ ہوگا" اللہ اکبر کیسی سخت وعید ہے سننے سے کلیجہ لرزتا ہے۔

اسی تاکید کا مقتضیٰ تھا کہ جب عرب کے بعض قبائل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چاہا کہ زکوٰۃ نہ دیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے جہاد کا قصد فرمایا حضرت عمر فاروق رض نے عرض کیا "آپ ان لوگوں سے کیسے جہاد فرماتے ہیں حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی "لا الٰہ الا اللہ" کہدے تو اُس کی جان اور مال میری طرف سے مامون ہو جاتا ہے" حضرت صدیق اکبر رض نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس سے میں ضرور لڑونگا خدا کی قسم اگر وہ بکری کا بچہ بھی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے حاضر کرتے تھے مجھ کو نہ دیں گے تو میں اُن سے ضرور جہاد کروں گا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے پس میں سمجھ گیا کہ وہ حق پر ہیں۔

جہاں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے اس قدر وعیدیں ہیں وہیں (اوّلاً) زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے بڑی بڑی بشارتیں ہیں یعنی اجر و رحمت کے وعدے ہیں فوز و فلاح کے مژدے ہیں چنانچہ ارشاد باری ہے:۔

(۱) وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط أُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (نساء)

اور نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہی لوگ ہیں جن کو ہم بڑا اجر (ثواب) عطا کریں گے

(۲) وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ (اعراف)

اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے پس عنقریب میں اُس کو اُن لوگوں کے لئے مقرر کر دوں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

(۳) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ (مومنون)

بیشک فلاح پا چکے (فائز المرام ہے) وہ ایماندار جو اپنی نمازوں میں الخشوع کرتے ہیں اور وہ جو بیہودہ باتوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ کے (ادا) کرنے والے ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"(۱) زکوٰۃ دیکر اپنے اموال کو مضبوط قلعوں میں (محفوظ) کرلو" *

"(۲) جس مال کی زکوٰۃ نہیں دیجاتی وہ مال ضائع ہو جاتا ہے"

"(۳) اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالو کہ وہ پاک کرنے والی ہے تم کو پاک کردیگی"

"(۴) زکوٰۃ اسلام کا پل ہے"

"(۵) تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو"

زکوٰۃ بھی نماز کی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فرض تھی البتہ اسکی مقدار اور مال کی تحدید (حدبندی) میں ضرور اختلاف رہا یعنی اسلام میں اس کے متعلق بہت آسان احکام ہیں اگلی امتوں پر اتنی آسانی نہ تھی۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کا جس قدر ذکر ہے اور کسی عبادت کا

اس قدر ذکر نہیں اور غالباً اس لحاظ سے کہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت اکثر دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ واقع ہوا ہے اسی ترتیب پر فقہاء نے بھی کتاب الزکوٰۃ کو کتاب الصلوٰۃ کے متصل رکھا ہے اور یہ فضیلت زکوٰۃ کی بیّن و روشن دلیل ہے۔

زکوٰۃ کی تعریف | **ف ۱** - زکوٰۃ کے معنی لغت میں پاک ہونے اور برکت اور بڑھنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اپنے مال کے ایک[1] جزو کا جس کو شریعت نے مقرر کر دیا ہے خالصاً[2] للہ کسی مسلمان فقیر کو (جو سید[3] یا سید کا شرعی غلام[4] نہ ہو) پوری[5] طرح) مالک کر دینا۔ چونکہ اس فعل سے باقی مال پاک ہو جاتا ہے اور اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عنایت ہوتی ہے اور اس مال کی دنیا میں ترقی ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ پاک اس کا دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اس لئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

زکوٰۃ کا حکم | **ف ۲** (۱) زکوٰۃ ہر مسلمان، عاقل، بالغ پر (خواہ مرد ہو یا

---

[1] یعنی نقد مال کا جس پر ایک سال گزر چکا ہو چالیسواں حصہ ۱۲ [2] یہ قید نیت مشروط ہونے کی ہے یعنی زکوٰۃ میں نیت شرط ہے جس طرح اور عبادات مقصودہ میں شرط ہے ۱۲ [3] چونکہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور سید واجب الاحترام اس لئے ان کو زکوٰۃ نہ دیں بلکہ اچھے مال سے ان کی خدمت کریں ۱۲ [4] اگرچہ آزاد شدہ ہو ۱۲ [5] یعنی مالک کر دو لینے کی منفعت بالکل اس سے منقطع ہو جائے لہٰذا اپنے اصول یعنی ماں باپ دادا، دادی یا فروع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ جن کا نفقہ بصورت محتاجی خود اس پر واجب ہے ان کو زکوٰۃ نہ دے کہ اس میں من وجہ منفعت باقی ہے ۱۲

عورت) فرض عین ہے (۲) زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے (۳) زکوٰۃ کا ادا نہ کرنے والا فاسق، ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور ادا سے روکنے والا مستحق قتل ہے۔

زکوٰۃ کے واجب ہونیکی شرطیں

(س) زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں

(۱) مسلمان ہونا (کافر پر[1] زکوٰۃ واجب نہیں[2])

(۲) آزاد ہونا (غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں)

(۳) بالغ ہونا (نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں)

(۴) عاقل ہونا (مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں بشرطیکہ جنون سال بھر رہے اور اگر چند روز بھی افاقہ رہے تو زکوٰۃ لازم ہوگی)

(۵) نصاب[3] کا ہونا (اگر نصاب میں ذرہ برابر بھی کمی ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں)

(تنبیہ) مال کی مقررہ مقدار جس میں زکوٰۃ لازم آتی ہے نصاب کہلاتی ہے۔

(۶) ملکِ تام ہونا (یعنی پوری ملک جس میں ملک اور قبضہ دونوں جمع ہوں اگر ملک بلا قبضہ[4] یا قبضہ بلا ملک[5] ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ

---

[1] یعنی اگر کوئی کافر مسلمان ہو تو اس کو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ زمانہ کفر کی زکوٰۃ ادا کیجیے ۱۲ [2] اسی طرح اس شخص پر واجب نہیں جو زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد معاذ اللہ مرتد ہو جائے ۱۲ [3] بشرطیکہ وہ چیز سال بھر تک قائم رہتی ہو اور جو چیز سال بھر نہ رہ سکے جیسے ککڑی خربوزہ، تربوز، ترکاری وغیرہ اس پر زکوٰۃ نہیں ۱۲ [4] جیسے مہر قبضہ سے پہلے ۱۲ [5] جیسے قرض لینے والے کا قبضہ بغیر ملک کے ۱۲

ملکِ تام نہیں ہے) زکوٰۃ واجب نہیں)

(۷) مال کا حاجتِ اصلی سے زائد ہونا (پس رہنے کے گھروں پر، پہننے
کے کپڑوں پر، خانہ داری کے سامان پر، سواری کے جانوروں پر،
خدمتی غلاموں پر، استعمال کے ہتھیاروں پر، اہل و عیال کے غلّے
اور کھانے پینے کی چیزوں پر، سونے چاندی کے سوا دوسرے تمام
آرائشی برتنوں پر (چونکہ ان سے حاجتِ اصلی متعلق ہے) زکوٰۃ
واجب نہیں۔ اسی طرح ان کتابوں پر جو تجارت کے لئے
نہ ہوں خواہ اہلِ علم کے پاس ہوں یا غیر اہل کے پاس زکوٰۃ نہیں۔
نیز پیشہ وروں کے آلات و اوزار پر جو خاص ان کے پیشے
متعلق ہوں زکوٰۃ نہیں البتہ اگر آلات ایسے ہوں کہ ان کا اثر باقی
رہتا ہو مثلاً رنگریز اجرت پر کپڑے رنگنے کی غرض سے رنگ
یا کسم یا زعفران بقدرِ نصاب خریدے اور اس پر ایک سال
گزر جائے تو ان پر زکوٰۃ لازم ہوگی اسی طرح وہ روپیہ جو اصلی
حاجتوں کے لئے رکھا ہوا ہو لیکن وہ حاجتیں اس سال پیش نہ ہوں
تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر اسی سال درپیش ہوں تو

لہ وہ حاجت جس پر انسانی زندگی کا مدار ہو حاجتِ اصلی کہلاتی ہے ۱۲ کہ تجارت کیلئے نہ ہوں ۱۲

واجب نہ ہوگی)

(۸) قرضدار نہ ہونا (اگر نصاب کا مالک ہو لیکن اس پر قرض ہو کہ جس کے ادا کرنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے تو زکوٰۃ واجب نہیں بشرطیکہ وہ قرض ایسا ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو سکتا ہو خواہ وہ قرض بندوں کا ہو (جیسے مبادلہ[1] زر[2] ثمن کسی چیز کا تاوان وغیرہ) یا اللہ تعالیٰ کا قرض ہو (جیسے زکوٰۃ[3]) البتہ جس قرض کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اس کا یہاں اعتبار نہیں یعنی وہ مانع زکوٰۃ نہیں (جیسے نذر، کفارہ، صدقہ فطر، قربانی، حج وغیرہ) زوجہ کا مہر بھی قرض میں داخل ہے یعنی مہر معجل ہو تو تا ادائی زوج پر

---

[1] خواہ نقدی ہو یا وزنی وکیلی، فوری ہو یا مدتی ۱۲ [2] یعنی کسی خریدی ہوئی چیز کی قیمت ۱۲
[3] خواہ جانوروں کی زکوٰۃ ہو یا نقدی (چاندی سونے) کی یا سامان تجارت کی (تنبیہ) زکوٰۃ کے قرض ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص صرف نصاب کا مالک ہو اور دو سال گزر چکے ہوں کہ زکوٰۃ نہیں دی تو اس پر صرف پہلے سال کی زکوٰۃ واجب ہے دوسرے سال کی نہیں کیونکہ پہلے سال کی زکوٰۃ اس پر قرض ہے اس کے نکالنے کے بعد چونکہ نصاب باقی نہیں رہتا اس لئے دوسرے سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی ۱۲ [4] کہ اگر ان کے مصارف نصاب سے نکالیں اور اس کے بعد نصاب باقی نہ رہے تو بھی زکوٰۃ واجب ہے ۱۲

زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر مہر موجل قابل مطالبہ ہو تو اس
صورت میں بھی تا ادائی شوہر پر زکوٰۃ نہیں البتہ جو مہر موجل
قابل مطالبہ نہیں (جیسے موجودہ زمانہ کا مہر موجل کہ جس کا
مطالبہ موت یا طلاق سے پہلے نہیں ہوتا) تو ایسے مہر کے
ہوتے ہوئے شوہر سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی بلکہ ادائی واجب ہوگی
(تنبیہ) قرض اس وقت مانع زکوٰۃ ہے جبکہ وہ زکوٰۃ واجب
ہونے سے پہلے کا ہو اور اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد
ہوا ہو تو اس قرض کا کوئی اثر نہ ہوگا یعنی زکوٰۃ برابر واجب رہیگی
(۹) نصاب کا نامی ہونا (یعنی بڑھنے والا ہونا خواہ حقیقتاً یعنی سرد
توالد وتناسل یا تجارت کے ذریعے بڑھے یا تقدیراً یعنی
نصاب پر قبضہ وقدرت حاصل ہونے کی حیثیت سے پھر
ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) خلقی یعنی وہ جو اصل پیدائش سے
قابل نمو ہو جیسے سونا چاندی (۲) فعلی یعنی وہ جس کا نمو فعل
انسانی مثل تجارت وچروائی کے ذریعے ہو۔ چاندی سونے
کے سوا باقی تمام چیزیں فعلی ہیں۔ چاندی سونے میں جبکہ وہ

بقدر نصاب ہوں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے خواہ تجارت کی نیت ہو یا نہ ہو خواہ مسکوک ہوں یا غیر مسکوک اور خواہ اس کے زیور یا برتن بنائے گئے ہوں یا یونہی رکھے ہوئے ہوں سونے چاندی کے سوا باقی تمام چیزوں میں (خواہ وہ کتنی ہی قیمتی اور از قسم مروارید و جواہر ہی کیوں نہ ہوں) زکوٰۃ اُس وقت واجب ہوگی جبکہ تجارت اور چروائی کی نیت اور نیت کے ساتھ فعل تجارت و چروائی بھی ہو۔ تجارت کی نیت مال کی خریداری کے وقت ہونا شرط ہے اگر مال خرید لینے کے بعد نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں تاوقتیکہ اس کی تجارت شروع نہ کر دی جائے اگر کوئی مال تجارت کے لئے خرید لیا گیا ہو اور خرید لینے کے بعد یہ نیت نہ رہے تو وہ مال تجارتی نہ رہیگا اور اُس پر زکوٰۃ فرض نہ رہیگی خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ تین قسم کے مال پر ہے نقدی یعنی سونا چاندی میں مال تجارت پر سائمہ یعنی چروائی پر چھوٹے ہوئے جانوروں پر

(۱۰) مال پر کامل ایک قمری[1] سال گزر جانا (اگر سال کے شروع و آخر میں

[1] بحساب ہلالی مہینوں کے ۱۲

نصاب پورا رہے اور درمیان میں کم ہو جائے تو اس کمی کا اعتبار نہیں (یعنی زکوٰۃ برابر واجب ہوگی) اگر کسی کے پاس مال بقدر نصاب ہو اور اثنائے سال میں اسی جنس کا مال اور حاصل[1] ہو تو اس مال کو اپنے موجودہ مال کے ساتھ ملا کر اس کی بھی زکوٰۃ دینی چاہیئے (یعنی اس نئے مال کے لئے جدید سال کی ضرورت نہیں) البتہ اگر یہ حاصل شدہ مال موجودہ مال کی جنس سے نہ ہو (مثلاً پہلے سے اونٹ تھے اور اب بکریاں حاصل ہوئیں) تو اس کو موجودہ مال کے ساتھ نہ ملائے بلکہ اس کیلئے جدید سال قابل شمار ہوگا۔

ف نصاب زکوٰۃ کے مالک ہونے کے بعد سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ کا ادا کر دینا جائز ہے بشرطیکہ سال بھر پورا نصاب قایم رہے لیکن نصاب کے مالک ہونے سے قبل زکوٰۃ کی ادائی قابل اعتبار نہیں (یعنی اس کا شمار زکوٰۃ میں نہ ہوگا)

صحت ادائے زکوٰۃ کی شرطیں — **ف** زکوٰۃ کی ادائی صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں

(۱) مسلمان ہونا (کافر کا زکوٰۃ دینا صحیح نہیں)

[1] اگرچہ ختم سال سے ایک ہی روز قبل حاصل ہو ۱۲

(۲) عاقل ہونا (مجنون و ناقص العقل کی زکوٰۃ صحیح نہیں)

(۳) بالغ ہونا (نابالغ کی زکوٰۃ صحیح نہیں)

(۴) زکوٰۃ دیتے وقت یا کل مال سے مقدار زکوٰۃ علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا[1] (اگر زکوٰۃ دیدینے کے بعد نیت کیجائے تو اگر مالِ زکوٰۃ ابھی فقیر کے پاس موجود ہے تو یہ نیت صحیح ہو جائیگی اور اگر وہ مال فقیر کے پاس خرچ ہو چکا ہے تو نیت صحیح نہ ہوگی (پھر دوبارہ زکوٰۃ دینی ہوگی) اگر کسی نے محض ادائے زکوٰۃ کی نیت کی لیکن یہ نیت زکوٰۃ منجملہ مال کوئی چیز علیحدہ نہیں کی بلکہ یونہی وقتاً فوقتاً بلا نیت زکوٰۃ کچھ کچھ سال بھر تک دیتا رہا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی[2]۔ زکوٰۃ دینے میں اس کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکوٰۃ کہکر دے بلکہ صرف نیت زکوٰۃ کافی ہے حتیٰ کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر دے[3] اور زکوٰۃ کی نیت کرلے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ زکوٰۃ کا علانیہ اور ظاہر طور پر دینا افضل ہے[4])

(۵) جس شخص کو زکوٰۃ دیجائے اسکو زکوٰۃ کا مالک و قابض بنا دینا (اگر

---

[1] نیت کی حد یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ دیتے وقت دریافت کیا جائے تو بلا تامل فوراً کہدے کہ زکوٰۃ دے رہا ہوں ۱۲
[2] اور اس کے اس کہنے کا کہ سال بھر جو کچھ دیتا رہا اس میں ادائے زکوٰۃ کی نیت تھی کوئی اعتبار نہ ہوگا ۱۲
[3] یا انعام یا عیدی کے نام سے دے اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو بھی زکوٰۃ ادا ہوگی ۱۲
[4] اور نفل صدقہ کا پوشیدہ دینا افضل ہے ۱۲

کوئی شخص کچھ کھانا پکواکر فقیروں کو گھر میں جمع کر کے کھلادے اور
زکوٰۃ کی نیت کرے تو صحیح نہیں البتہ وہ کھانا فقیروں کو دیدے اور
انہیں اختیار دے کہ اس کو جو چاہیں کریں جہاں چاہیں لے جائیں
تو پھر درست ہے)

(۶) زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا جو اس کا مستحق ہو (اس کی تفصیل آگے آئیگی)

(تنبیہ) وجوب وصحت ادائے زکوٰۃ کے شرائط کا بیان ختم ہوا اب اموال زکوٰۃ
سے ہر ایک قسم کی زکوٰۃ کے احکام سلسلہ وار بیان کئے جاتے ہیں۔

چاندی سونے کی زکوٰۃ کے احکام

ف (۱) چاندی سونے میں مطلقاً[۱] زکوٰۃ
واجب ہے (خواہ وہ کسی حالت اور کسی شکل میں ہو[۲] یعنی بصورت روپیہ اشرفی ہو یا زیور[۳]
برتن وغیرہ[۴])۔

(۲) چاندی سونے میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

(۳) چاندی کا نصاب دو سو[۲۰۰] درم ہے اور سونے کا نصاب بیس[۲۰] مثقال یعنی
اگر کسی کے پاس دو سو[۲۰۰] درم چاندی یا بیس[۲۰] مثقال سونا موجود ہو اور اس پر ایک سال

---

[۱] یعنی سونے چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے ۱۲ [۲] خواہ گلائے ہوئے ہوں پتر یا کٹریوں کی شکل میں ۱۲ [۳] خواہ زیور پہنے رہتے ہوں یا نہ پہنتے ہوں یونہی بند رکھا رہتا ہو ۱۲ [۴] گوٹہ ٹھپہ وغیرہ بھی اسی میں داخل ہے ۱۲

گزر گیا ہو تو اُس کا چالیسواں حصہ یعنی پانچ درہم چاندی یا آدھا مثقال سونا زکوٰۃ دینا فرض ہے)

درم کا وزن درم ستر جو کا ہموزن ہوتا ہے اور ستر جو کا وزن دو ماشے ڈیڑھ رتی (اس حساب سے دو سو درم[1] (بشمول کسرات[2]) چالیس روپیہ عثمانیہ[3] کے ہموزن ہیں)۔

مثقال کا وزن مثقال سو جو کے برابر ہوتا ہے اور سو جو کا وزن تین ماشے ایک رتی (اس حساب سے بیس مثقال کے پانچ تولے[4] ڈھائی ماشے ہوتے ہیں)۔

مقدار نصاب زکوٰۃ بلحاظ وزن مروجہ بلحاظ حساب متذکرہ چاندی کا نصاب (بشمول کسرات) چالیس روپیہ عثمانیہ بھر ہے جسکی زکوٰۃ دس ماشے ساڑھے سات رتی چاندی یا (بشمول کسرات[5]) ایک روپیہ عثمانیہ ہوا[6] اور سونے کا نصاب پانچ تولے ڈھائی ماشہ سونا ہے جسکی زکوٰۃ ایک ماشہ ساڑھے چار رتی سونا ہوا[7]۔

(تنبیہ) دو سو درم یا چالیس روپیہ عثمانیہ بھر سے کم چاندی پر زکوٰۃ

---

[1] یہ جو عام طور پر دو سو درم کے ساڑھے باون تولے مشہور ہیں وہ اس زمانہ کے (تولے) بنیں ہیں ۱۲

[2] یعنی ڈھائی ماشے کی زیادتی سے ۱۲

[3] اگر بجائے عثمانیہ روپیہ کے تولے قرار دئے جائیں تو بحساب فی تولہ ۱۲ ماشے دو سو درم کے چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے ہونگے ۱۲

[4] عثمانیہ روپیہ ۱۱ ماشے کا ہوتا ہے اور ماشہ ۸ رتی کا ۱۲

[5] عام طور پر ساڑھے سات تولے جو مشہور ہیں وہ بھی اس زمانہ کے نہیں ہیں بیس مثقال کے ٹھیک بحساب فی تولہ ۱۲ ماشہ پانچ تولے ڈھائی ماشے ہوتے ہیں ۱۲

[6] یعنی آدھی رتی کی زیادتی سے ۱۲

[7] کیونکہ چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے ۱۲ — کیونکہ چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے ۱۲

نہیں۔ اسی طرح بیس مثقال یا پانچ تولہ ڈھائی ماشے سے کم سونے پر زکوٰۃ نہیں۔

(۴) اگر چاندی نصاب سے زیادہ ہے اور یہ زیادتی نصاب کے پانچویں حصے کے برابر ہے مثلاً چاندی چالیس درم یا آٹھ روپیہ عثمانیہ بھر[1] ہے یا سونا چار مثقال یا ایک تولہ آدھا ماشہ[2] تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب[3] ہوگی جسکی مقدار چالیس درم چاندی کے لئے ایک درم یا دو ماشے ڈیڑھ رتی چاندی ہے[4] اور چار مثقال سونے کے لئے ڈھائی رتی سونا[5]۔ اسی طرح ہر پانچویں حصہ کی زیادتی پر یعنی چالیس درم چاندی پر ایک درم چاندی اور چار مثقال سونے پر ڈھائی رتی سونا زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے پانچویں حصے سے کم زیادتی پر زکوٰۃ معاف ہے۔

(۵) چاندی سونے کے نصاب اور مقدار زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا کوئی لحاظ نہیں یعنی اگر چاندی سونا باعتبار وزن نصاب کو پہنچتا ہو تو اُس میں زکوٰۃ لازم آئیگی اور اگر (باعتبار وزن) نصاب سے کم ہو اور قیمت کے لحاظ سے برابر[6] ہو تو اُس میں زکوٰۃ واجب نہیں بشرطیکہ ہر جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے

---

[1] دوسو درم یا چالیس روپیہ عثمانیہ بھر کے علاوہ ۱۲ [2] بیس مثقال یا پانچ تولے ڈھائی ماشے کے علاوہ ۱۲ [3] اور اگر پانچویں حصے کے برابر نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ۱۲ [4] کیونکہ چالیس درم کا چالیواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے ۱۲ [5] کیونکہ چار مثقال کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے ۱۲ [6] مثلاً کسی شخص کے پاس ڈیڑھ تولہ سونا موجود ہو جس کی قیمت دوسو درم یا چالیس روپیہ عثمانیہ بھر چاندی یا اس سے بھی زیادہ ہو تو بھی وہ شخص اصطلاح شرع میں صاحب نصاب نہ کہلائیگا اور اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ سونا باعتبار وزن

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

یعنی چاندی کی زکوٰۃ چاندی سے اور سونے کی زکوٰۃ سونے سے ادا کی جاتی ہو اور اگر چاندی کی زکوٰۃ سونے سے اور سونے کی زکوٰۃ چاندی سے ادا کی جائے تو اُس وقت قیمت کا اعتبار[1] ہوگا۔

(۶) اگر سونا اور چاندی باہم ملے ہوے ہوں اور چاندی سونے پر غالب ہو تو اس صورت میں اگر سونا اپنے نصاب کو پہنچتا ہو تو سونے کی زکوٰۃ اور اگر چاندی اپنے نصاب کو پہنچتی ہو تو چاندی کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر سونا چاندی پر غالب ہو تو کل کا حکم سونے کا ہوگا کیونکہ سونا قیمتاً اعلیٰ اور گراں ہے پس اس کے غالب ہونے کی صورت میں اسی کا اعتبار ہوگا

(۷) اگر چاندی یا سونے میں کسی اور چیز کا میل ہو اور وہ چیز غالب نہ ہو تو وہ قابل شمار نہیں برابر زکوٰۃ واجب رہیگی اور اگر وہ چیز غالب[2] ہو تو پھر اُن کا حکم چاندی سونے کا نہ ہوگا[3]۔

(۸) اگر کسی کے پاس چاندی بھی ہو اور سونا بھی ہو اور دونوں اپنے اپنے نصاب کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵) بقدر نصاب نہیں ہے اسی طرح چاندی کی کوئی چیز دو سو درم سے کم وزنی ہو لیکن بلحاظ صنعت و کاریگری اسکی قیمت دو سو درم سے کہیں زیادہ ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں ۱۲ [1] مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی جسکی قیمت ایک اشرفی ہے تو ایک اشرفی ہی دینا سمجھا جائیگا اگرچہ وزن میں اس کی چاندی روپیہ بھر بھی نہ ہو ۱۲ [2] اگر چاندی سونا اور کھیٹ (میل) دونوں برابر برابر ہوں تو اس صورت میں بھی احتیاطاً زکوٰۃ واجب ہوگی ۱۲ [3] بلکہ ان کی مختلف صورتیں اور ان صورتوں کے اعتبار سے مختلف احکام ہونگے جن کے تفصیل کی یہاں گنجایش نہیں ۱۲

موافق ہوں تو یہ ضرور نہیں کہ چاندی کو سونا یا سونے کو چاندی قرار دیکر زکوٰۃ ادا کی جائے بلکہ ہر ایک کی زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ ادا کرنی واجب ہے۔

(۹) اگر کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا سونا ہو کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے (یعنی چاندی کی قیمت کا سونا یا سونے کی قیمت کی چاندی فرض کرنے) سے کسی ایک کا نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس صورت میں دونوں کو ملا کر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے اور اگر دونوں کو ملانے پر بھی کسی کا نصاب پورا نہ ہو تو پھر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۱۰) اگر چاندی اور سونے کا نصاب پورا نہ ہو اور تجارتی مال بھی موجود ہو اور اس کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس کو بھی ملا کر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

(۱۱) پیسوں کا جبکہ تجارتی نہ ہوں کوئی نصاب نہیں یعنی ان میں زکوٰۃ نہیں ہے البتہ اگر تجارتی پیسے ہوں اور ان کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب ہو گی۔

مال تجارت[۱] کی زکوٰۃ کے احکام

ف (۱) ہر قسم کے تجارتی سامان میں زکوٰۃ واجب ہے۔

[۱] جو مال کہ بیچنے اور نفع حاصل کرنے کیلئے ہو وہ مال تجارت ہے خواہ وہ کسی قسم کا مال ہو جیسے غلہ کپڑا اسباب خانہ داری وغیرہ ۱۲

(۲) تجارتی مال کا نصاب اسکی قیمت کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر اس کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو پہنچتی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

(۳) مال تجارت میں بھی اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

(۴) مال تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہے مگر شرط یہ ہے کہ شروع سال میں اسکی قیمت دو سو درم سے کم نہ ہو۔

(۵) اگر کسی کے پاس کوئی مال تجارت ہو اور اس کی قیمت نصاب سے کم ہو پھر چند روز کے بعد اس مال کے گراں ہو جانے کے باعث اس کی قیمت بڑھ کر بقدر نصاب ہو جائے تو جس وقت سے قیمت بڑھ گئی ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتدا رکھی جائے گی۔

(۶) مال تجارت کی قیمت اسی سکہ سے لگائی جانی چاہیئے جس کا رواج وہاں زیادہ ہو اگر روپیہ اور اشرفی دونوں سکوں کا چلن یکساں ہو تو پھر اختیار ہے جس سے چاہیں لگائیں لیکن اگر ان میں سے ایک سے مال تجارت کی قیمت نصاب کو نہ پہنچتی ہو اور دوسرے سے پہنچتی ہو تو اسی دوسرے سے قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے۔

(۷) قیمت اسی جگہ کی ہونی چاہیئے جہاں مال تجارت ہے اور اگر مال جنگل میں

ہو تو جنگل کے قریب کی آبادی میں جو قیمت ہو اُس قیمت کا اعتبار[1] کیا جائیگا۔

(۸) اصل کی زکوٰۃ کے ساتھ نفع کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوگی اگرچہ نفع پر پورا سال نہ گزرا ہو

(۹) کرایہ پر چلانے کی دیگوں نیز کرایہ کے مکانوں پر زکوٰۃ نہیں۔

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام (۱) سائمہ جانور وہ ہیں جو سال کے اکثر حصے میں جنگل میں چر کر بسر کرتے ہوں اور جو دودھ کی غرض سے یا نسل کی زیادتی یا فربہ ہونے کے لئے رکھے گئے ہوں اگر نصف سال جنگل میں چرتے ہوں اور نصف سال گھر میں گھاس[2] منگوا کر کھلائی جاتی ہو یا ان کے رکھنے سے مقصود دودھ لینا یا نسل کی افزائش یا فربہ کرنا نہ ہو (بلکہ گوشت کھانا، سواری کرنا، بوجھ لادنا، وغیرہ ہو) تو پھر وہ سائمہ نہ کہلائیں گے اور ان پر زکوٰۃ واجب[3] نہ ہوگی۔

(۲) سائمہ جانوروں میں سے صرف ان تین قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے

(۱) اونٹ (۲) گائے[4] (۳) بکری

(تنبیہ) ان کے سوا دوسرے جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں البتہ دوسرے جانور اگر تجارت کی نیت سے رکھے ہوں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

---

[1] بشرطیکہ وہ مال جنگل میں پیدا ہونے والا نہ ہو جیسے لکڑیاں وغیرہ ورنہ جنگل میں پیدا ہونیوالے مال پر جب تک وہ جنگل میں پڑا رہے جنگل ہی کی قیمت لگائی جائیگی ۱۲ [2] بقیمت خواہ بلا قیمت ۱۲ [3] البتہ (غیر سائمہ جانوروں پر) تجارت کی زکوٰۃ واجب ہوگی یعنی باعتبار قیمت زکوٰۃ ادا کی جائیگی ۱۲ [4] بھینس بھی گائے کے حکم میں ہے ۱۲

(۳) جو جانور سائمہ ہوں در اندرون سال اُن کے تجارت کی نیت کرلی جائے تو اُس سال اُن کی زکوٰۃ لازم نہ آئیگی بلکہ تاریخ نیت سے اُن کا تجارتی سال شروع ہوگا۔

اونٹ کی زکوٰۃ (۴) اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب پانچ ہے یعنی پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے پانچ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہے

۵ اونٹ میں	ایک بکری[1]	۳۶ اونٹ میں	دوسالہ اونٹنی
۱۰ 〃	دو بکریاں	۴۶ 〃	تین سالہ اونٹنی
۱۵ 〃	تین بکریاں	۶۱ 〃	چار سالہ اونٹنی
۲۰ 〃	چار بکریاں	۷۶ 〃	دوسالہ دو اونٹنیاں
۲۵ 〃	یکسالہ[2] اونٹنی	۹۱ 〃	تین سالہ دو اونٹنیاں

جب ایک سو اکیس اونٹ ہوں تو پھر نیا حساب شروع ہوگا۔

(تنبیہ)(۱) دو نصابوں کی درمیانی تعداد (مثلاً چھ سے نو اور گیارہ سے چودہ وغیرہ) معاف ہے[3] (۲) زکوٰۃ میں اونٹ کا مادہ بچہ دیا جائے اگر نر دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ صحیح نہیں

گائے کی زکوٰۃ (۵) گائے کی زکوٰۃ کا نصاب تیس ہے یعنی تیس گائیوں

---

[1] خواہ نر ہو یا مادہ لیکن پورے ایک سال کی عمر کا ہو یعنی جس کو دوسرا سال شروع ہوچکا ہو ۱۲
[2] یکسالہ سے پورا ایک سال مراد ہے یعنی جس کو دوسرا سال شروع ہوا ہو اسی طرح دوسالہ سے پورے دو سال کہ جس کو تیسرا سال شروع ہو (وعلیٰ ہذا القیاس) ۱۲ [3] یعنی نو اونٹ تک صرف ایک ہی بکری واجب ہوگی اور چودہ اونٹ تک دو بکریاں (وعلیٰ ہذا القیاس) ۱۲

میں زکوٰۃ فرض ہے تیس سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہے:۔

۳۰ گائیوں میں یکسالہ بچھڑا[1] ۶۰ گائیوں میں یکسالہ دو بچھڑے
۴۰ 〃 〃 دو سالہ بچھڑا

ساٹھ کے بعد ہر دہائی پر تیس تیس اور چالیس چالیس کا حساب کیا جائیگا اور ہر تیس میں یکسالہ بچھڑا اور ہر چالیس میں دو سالہ بچھڑا واجب[2] ہوگا۔

(تنبیہ) (۱) دو نصابوں کی درمیانی تعداد (مثلاً اکتیس سے انتالیس اور اکتالیس[3] سے اونسٹھ وغیرہ) معاف ہے (۲) بھینس بھی گائے کے حکم میں ہے اگر کسی کے پاس گائے بھینس دونوں موجود ہوں تو نصاب پورا کرنے کے لئے دونوں کو ملا لیا جائیگا) (۳) گائے بھینس کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر دیا جائے خواہ مادہ

بکری کی زکوٰۃ (۶) بکری کی زکوٰۃ کا نصاب چالیس ہے یعنی چالیس بکریوں

---

[1] یکسالہ سے پورا ایک سال مراد ہے یعنی جس کو دوسرا سال شروع ہوا ہو ۱۲ [2] خواہ بچھڑی ۱۲
[3] مثلاً ستر میں ایک یکسالہ بچھڑا اور ایک دو سالہ بچھڑا واجب ہوگا کیونکہ ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا۔ اور اسی میں دو سالہ دو بچھڑے واجب ہوں گے کیونکہ یہ چالیس کے دو نصاب ہیں (وعلیٰ ہذا القیاس) ۱۲ [4] حضرت امام اعظم رحمہ کے قول پر چالیس سے جس قدر زیادہ ہوں اونسٹھ تک انکی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے دیجائیگی مثلاً ایک زیادہ ہو تو چالیسواں حصہ (باعتبار قیمت کے) اور دو زیادہ ہوں تو بیسواں حصہ یا دو چالیسویں حصے وعلیٰ ہذا القیاس لیکن بقول مفتیٰ بہ چالیس کے بعد (اکتالیس سے اونسٹھ تک) معاف ہے ۱۲

میں زکوٰۃ فرض ہے چالیس سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہے

۴۰ بکریوں میں	ایک بکری[1]	۲۰۱ بکریوں میں	تین بکریاں
۱۲۱ "	دو بکریاں	۴۰۰ "	چار بکریاں

پھر چار سو کے بعد ہر سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔

(تنبیہ) (۱) دو نصابوں کی درمیانی تعداد معاف ہے (۲) بھیڑ، دنبہ، مینڈھا، بکری میں داخل ہیں[2] (۳) بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں بھی نر مادہ[3] کی خصوصیت نہیں۔

زکوٰۃ کے متفرق احکام

ف (۱) جن جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے ان کی عمریں کم سے کم سال سال بھر کی ہونی چاہئیں اگر سب ایک سال سے کم عمر والے ہوں[4] تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی البتہ ایک جانور بھی ان میں سال بھر کا ہو تو پھر سب اُس کے تابع ہو گئے اور زکوٰۃ فرض ہو جائیگی اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائیگا اور اگر اچانک سال پورا ہونے کے بعد وہ مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی۔

(۲) اگر کسی کے پاس اونٹ، گائے، بکری سب قسم موجود ہو لیکن ہر قسم نصاب سے کم ہو تو نصاب پورا کرنے کے لئے ان کو ملایا نہ جائیگا اور زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

---

[1] جو پورے سال بھر کی ہو یعنی جس کو دوسرا سال شروع ہوا ہو ۱۲ [2] کہ اگر ان میں ایک سے نصاب پورا نہ ہو تو دوسرے کو ملا کر پورا کر سکتے ہیں اور زکوٰۃ میں بھی ان کو دے سکتے ہیں بشرطیکہ سال بھر سے کم نہ ہو ۱۲ [3] البتہ سال بھر سے کم نہ ہونا شرط ہے ۱۲ [4] اگرچہ نصاب کو پہنچ جائیں ۱۲

(۳) گھوڑے۔ گدھے خچر پر زکوٰۃ نہیں (اگر تجارت کے لئے ہو تو قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ دیجائیگی)۔

(۴) دو نصابوں کے درمیان جو مال ہو وہ معاف ہے اگر ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ میں کمی نہ ہوگی۔

(۵) زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ خواہ خود وہ چیزدیں جو واجب ہوی ہے یا اس کی قیمت دیں اور خواہ قیمت نقد دیں یا اُس کے عوض غلہ، کپڑا، وغیرہ۔

زکوٰۃ کے مصارف

۹ (۱) زکوٰۃ کے مصارف (یعنی جن اشخاص کو مال زکوٰۃ دینے کا حکم ہے وہ) سات ہیں:۔

فقیر[۱] ۔ مسکین[۲] ۔ عامل[۳] ۔ مکاتب[۴] ۔ قرضدار[۵] ۔ فی سبیل اللہ[۶] ۔ مسافر[۷]

توضیح ۔ **فقیر**[۱] وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال واسباب ہو لیکن بقدر نصاب نہ ہو یا بقدر نصاب ہو مگر نامی (بڑھنے والا) نہ ہو یا حاجت اصلی سے زاید نہ ہو۔

مسکین وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو حتیٰ کہ ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو۔

عامل وہ شخص جو مال زکوٰۃ حاصل کرنے کے لئے حاکم اسلام کی طرف سے مقرر ہو

مکاتب وہ غلام جو مال کی ایک معینہ مقدار ادا کر دینے پر آزاد ہو جانے والا ہو۔

---

[۱] فقیر اگر عالم ہو تو اس کو دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے ۱۲

قرضدار[1] وہ شخص جس پر اتنا قرض ہو کہ اُس کی ادائی کے بعد نصاب کا مالک نہ رہے

فی سبیل اللہ وہ شخص جو فقر کے باعث غازیوں کے لشکر سے جدا ہو یا جو فقر کی وجہ سے اثناء راہ میں حجاج کے قافلہ سے رہ گیا ہو۔

مسافر وہ جو وطن سے باہر ہو اور زادِ راہ نہ رکھتا ہو اگرچہ گھر میں مال موجود ہو اسی میں وہ شخص بھی داخل ہے جو وطن ہی میں اپنے مال سے جدا ہو۔

(۲) زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ ان ساتوں قسم کے اشخاص کو دے یا ان میں سے کسی ایک قسم کے اشخاص کو خواہ صرف ایک ہی شخص کو لیکن ایک شخص کو دینا اُس وقت افضل ہے جبکہ مال زکوٰۃ مقدار نصاب سے کم ہو اور اگر بقدر نصاب یا نصاب سے زاید ہو تو ایک شخص کو دینا مکروہ ہوگا البتہ اس صورت میں کہ وہ قرضدار ہو یا اُس کے لڑکے بالے بہت ہوں (مکروہ نہیں)۔

(۳) کم از کم ایک فقیر کو اتنا دینا مستحب ہے کہ اُس دن اس کو سوال کی حاجت نہ پڑے۔

(۴) زکوٰۃ کا مال بجز ان مصارف کے جن کا ذکر کیا گیا اور کسی کام میں صرف نہ کیا جائے

(۵) زکوٰۃ کی ادائی صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مال زکوٰۃ کا مالک و قابض بنا دیا جائے پس مسجد، پل، آبدارخانہ وغیرہ بنانے یا ان کی تعمیر و ترمیم یا راستوں کی درستی و صفائی یا نہر، کنواں کھدوانے یا میت کی

[1] قرضدار کو دینا فقیر کو دینے سے اولیٰ ہے ۱۲

تجہیز و تکفین یا میت کے قرض کی ادائی (غرض جن ابواب میں کسی شخص معین کو مالک کر دینے کی صورت نہ ہو ان) میں زکوٰۃ دی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔

(۶) اشخاص ذیل مصرفِ زکوٰۃ نہیں ہو سکتے یعنی ان کو زکوٰۃ دیجائے تو ادا نہ ہوگی

(۱) اپنے اصول[1] یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی (اخیر سلسلہ تک)

(۲) اپنے فروع[1] یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی (اخیر سلسلہ تک)

(۳) زوجین (یعنی شوہر اپنی زوجہ کو اور زوجہ اپنے شوہر کو)

(۴) غنی (مالدار) یعنی وہ شخص جو خود نصاب[2] کا مالک ہو اسی طرح اس کا نابالغ لڑکا (البتہ اس کے بالغ لڑکا لڑکی اور باپ اور زوجہ اگر فقیر ہوں تو ان کو زکوٰۃ دیجا سکتی ہے)

(۵) بنی ہاشم[3] یعنی آلِ علیؓ۔ آلِ عباسؓ۔ آلِ جعفرؓ۔ آلِ عقیلؓ۔ آلِ حارث بن عبد المطلب۔

(۶) کافر۔

---

[1] اصول و فروع کو زکوٰۃ کا مال دینا تو ناجائز ہے لیکن ان کی خبر گیری اور ان کی کفالت شریعت کی طرف سے ہر شخص پر لازم کر دی گئی ہے (تنبیہ) اصول و فروع اور زوجین کے سوا اور عزیزوں و قرابتداروں کو مال زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ [2] اگرچہ زنانے ہوں ۱۲۔ [3] خواہ نصاب کسی مال کا ہو لیکن حاجت اصلی سے زائد ہو ۱۲ [4] بنی ہاشم یعنی سادات کو زکوٰۃ نہ دینے کا حکم ان کے اعزاز و احترام کے لحاظ سے ہے مسلمانوں کو اچھے مال سے ان کی خدمت کرنی چاہیے ۱۲

(۷) زکوٰۃ کی ادائی میں افضل یہ ہے کہ ترتیب ذیل کا لحاظ رکھے :-
اولاً اپنے (محتاج) بھائی بہنوں کو دے پھر ان کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپھی کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر ان کی اولاد کو پھر ذوی الارحام (قرابتداروں) کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے ہم پیشہ اشخاص کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو۔ پھر ان میں معذور، اندھے، لنگڑے، اپاہج (غرض جو قابلِ کسب نہ ہوں) اُن کو مقدم رکھا جائے۔

(۸) زکوٰۃ کا مال ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھیجنا مکروہ ہے لیکن اگر دوسرے شہر میں زکوٰۃ دینے والے کے قرابتدار ہوں یا وہاں کے لوگ بہ نسبت اس شہر کے زیادہ محتاج ہوں تو پھر مکروہ نہیں۔

(۹) زکوٰۃ کی ادائی میں مقام مال کا اعتبار ہے پس اگر مالک ایک شہر میں ہو اور مال ایک شہر میں تو جہاں مال ہے وہیں زکوٰۃ کی تقسیم عمل میں آئیگی۔

صدقۂ فطر کے احکام | **ف ۱** | (۱) صدقۂ فطر واجب ہے اس کے واجب ہونے کے لئے صرف تین چیزیں شرط ہیں (۱) آزاد ہونا (۲) مسلمان ہونا (۳) کسی ایسے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی حاجت سے زائد ہو اور قرض سے محفوظ ہو۔
(تنبیہ) مال کا نامی (بڑھنے والا) ہونا یا اس پر ایک سال کا گذر جانا شرط نہیں۔

ف بشرطیکہ یہ سب محتاج ہوں ۱۲

نہ مال کا تجارتی ہونا یا صاحب مال کا بالغ و عاقل ہونا شرط ہے حتیٰ کہ نابالغ بچوں اور مجنونوں پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے اُن کے اولیا کو اُن کی طرف سے ادا کرنا چاہئیے۔

(۲) صدقۂ فطر کے صحیح ہونے میں وہی سب شرطیں ہیں جو زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں تھیں۔

(۳) صدقۂ فطر عید الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہوتا ہے[۱]۔

(۴) صدقۂ فطر کی ادائی کا وقت تمام عمر ہے لیکن مستحب وقت عید گاہ میں جانے سے پہلے ہے یعنی نماز عید الفطر کیلئے عید گاہ کو جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کرنا مستحب ہے نماز کے بعد بھی ادا کرلے تو جائز ہے اور جب تک ادا نہ کرے برابر واجب الادا رہیگا خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے ساقط نہ ہوگا

(۵) صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں[۲]۔

(۶) صدقۂ فطر اپنی ذات کی طرف سے نیز اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے لیکن اگر خود نابالغوں کا مال ہو تو اُن کے مال میں سے ادا کرے۔

(۷) بالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں (اگرچہ وہ باپ ہی کے زیر پرورش ہو) البتہ مجنون ہو تو اُن کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔

(۸) ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں۔

(۹) شوہر پر زوجہ کا صدقۂ فطر واجب نہیں (زوجہ کو اپنے مال میں سے ادا کرنا چاہئیے)

---

[۱] پس صبح صادق سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا اُس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کیا جائیگا اور جو شخص صبح صادق سے پہلے مرجائے اُس کے مال میں سے نہیں دیا جائیگا ۱۲ [۲] خواہ روزے رکھے یا کسی عذر سے نہ رکھے ہر حال میں ہر مالک نصاب پر صدقۂ فطر واجب ہے ۱۲

(۱۰) صدقۂ فطر کی مقدار یہ ہے اگر گیہوں[1] ہو تو آدھا صاع ہر شخص کی طرف سے دینا چاہیئے اور اگر جو[2] یا کھجور یا منقی ہو تو ایک صاع۔

(تنبیہ اول) گیہوں اور جَو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ ہے کہ ان کی قیمت دی جائے اسی طرح کھجور اور منقی کی بھی قیمت دینی افضل ہے۔

(تنبیہ دوم) احادیث میں انہی چار چیزوں کا ہے اگر کوئی شخص اسکے سوا کوئی اور چیز (چاول جوار وغیرہ) دینا چاہے تو قیمت کے لحاظ سے دے یعنی وہ چیز اس قدر دے جس کی قیمت آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو وغیرہ کے برابر ہو اور اگر نقد دینا چاہے تو جس کی قیمت[3] چاہے دے۔

(تنبیہ سوم) ایک صاع[4] (بشمول کسرات[5]) دو سیر ڈیڑھ پاؤ کا ہوتا ہے اور آدھا صاع ایک سیر تین چھٹانک کا۔

(۱۱) ایک شخص کا صدقۂ فطر (فطرہ) ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور اگر کئی مساکین کو دیا جائے تب بھی جائز ہے اسی طرح ایک مسکین کو کئی اشخاص کا فطرہ دینا بھی جائز ہے۔

(۱۲) صدقۂ فطر بھی انہی لوگوں کو دینا چاہیئے جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور جنھیں زکوٰۃ نہیں دے سکتے انھیں صدقۂ فطر بھی نہیں دیا جا سکتا۔

---

[1] یا اس کا آٹا یا ستو ۱۲ [2] یا اس کا آٹا یا ستو ۱۲ [3] بصورت استطاعت گراں قیمت چیز کی قیمت دیجائے ۱۲ [4] صاع سے یہاں عراقی صاع مراد ہے جو حنفیہ کے پاس معتبر ہے: وہ ایک ہزار چالیس درہم کے ہموزن ہوتا ہے اور ہر درہم دو ماشے ڈیڑھ رتی کا۔ اس حساب سے ایک صاع کے دو ہزار دو سو چھہتر ماشے یا (۱۸۹) تولہ ۸ ماشہ ہوئے جس کے (اسی تولہ کی سیری کے حساب سے) دو سیر ایک پاؤ نو تولہ سات ماشہ ہوتے ہیں یا بشمول کسرات دو سیر ڈیڑھ پاؤ ۱۲ [5] یعنی پانچ ماشے ۱۲

روزے کے مسائل

تمہید

روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے چونکہ اس میں کھانے، پینے اور جماع سے تمام روز باز رہنا ہوتا ہے جو نفس پر زیادہ دشوار ہے اس لیے حکمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ مکلّف (عاقل و بالغ) پر پہلے خفیف تکلیف عائد کی جائے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوٰۃ پھر زیادہ دشوار یعنی روزہ چنانچہ قرآن مجید میں اسی ترتیب کی طرف اشارہ ہے:۔

وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ
سورۂ احزاب رکوع ۴

اور خشوع (نماز ادا) کرنیوالے مرد اور خشوع (نماز ادا) کرنیوالی عورتیں اور صدقہ (زکوٰۃ) دینے والے مرد اور صدقہ (زکوٰۃ) دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔

اور حدیث شریف بھی (جس میں ارکان خمسۂ اسلام کا ذکر ہے) اسی ترتیب کی موئد ہے

اِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَ
نماز کا پڑھنا اور زکوٰۃ کا دینا اور ماہِ

صَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

گویا قرآن مجید اور حدیث شریف دونوں میں ایمان کے بعد اول نماز مذکور ہے پھر زکوٰۃ پھر روزہ لہٰذا ائمہ شریعت نے بھی یہی ترتیب رکھی اسی بناء پر روزہ چوتھا رکن ہے اور رکن دوم و سوم یعنی نماز و زکوٰۃ کی طرح نہایت موکد اور اہم ترین رکن ہے شریعت مطہرہ میں اس کی بہت فضیلت و تاکید آئی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ سورہ بقرہ رکوع ۲۳

اے ایمان والو! فرض کئے گئے تم پر روزے جس طرح فرض تھے تم سے پہلے لوگوں پر تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت و امتیازِ حق و باطل کے صاف صاف حکم ہیں پھر جو شخص تم میں سے یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو لازم ہے گنتی دوسرے دنوں سے اللہ چاہتا

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

سورہ بقرہ رکوع ۲۳

ہے تم پر آسانی کرنی اور نہیں چاہتا سختی کرنی اور تاکہ تم گنتی پوری کر لو اور بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو سیدھی راہ دکھائی اور تاکہ تم احسان مانو۔

اور احادیث شریف میں وارد ہے کہ

(۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں رمضان کی پہلی رات ہوئی شیاطین اور سرکش جن جکڑ دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اُس کا کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اُس کا بند نہیں رہتا اور ایک منادی پکارتا ہے کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور ای طالب شر رک جا اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور یہ ندا اور آزادی ہر رات ہوتی ہے۔

(۲) سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ پڑھا اور خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تم پر سایہ فگن ہوا ہے وہ مہینہ جو عظمت والا ہے وہ مہینہ جو برکت والا ہے اور وہ مہینہ جس میں ایک رات (لیلۃ القدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ نے اس کے روزے

تم پر فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام (تراویح) سنت ہے جو کوئی اس مہینے میں نفل عبادت کر کے اللہ کا تقرب چاہے وہ ایسا ہے جیسے اور دنوں میں فرض ادا کیا اور جس نے اس مہینے میں ایک فرض ادا کیا گویا کہ اور دنوں میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے (کہ انسان کھانے پینے سے بند رہتا ہے) اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ ایک دوسرے کی ہمدردی و غمخواری کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو کوئی اس میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہ بخشدئے جاتے ہیں اور اس کو دوزخ سے آزادی عطا ہوتی ہے اور اس کو بھی روزہ دار کے موافق ثواب ملتا ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کچھ کم ہو۔

سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سب ایسے نہیں ہیں کہ روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکیں (پیٹ بھر کھلا سکیں) ارشاد ہوا کہ اللہ پاک یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا شربت پلائیگا کہ پھر جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ

جس کا شروع (پہلا عشرہ) رحمت ہے اور درمیان مغفرت اور اس کا آخر دوزخ سے
آزادی ہے جو کوئی اس مہینے میں اپنے غلام سے کام کم لے اللہ اُس کو بخش دے گا
اور دوزخ سے آزاد کر دیگا۔

(۳) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کے ہر نیک کام کا بدلہ
دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے مگر روزہ کہ اس کی نسبت اللہ پاک کا ارشاد
ہے کہ "روزہ میرے لئے ہے پس میں ہی اس کی جزا دوں گا[1] بندہ اپنی نفسانی خواہش
اور کھانا پینا میری وجہ سے ترک کر دیتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں
ہیں ایک خوشی تو افطار کے وقت ہوتی ہے دوسری خوشی اُس وقت ہوگی جب اپنے
پروردگار سے ملیگا۔ اور بیشک روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کو مشک کی خوشبو سے
زیادہ پسند ہے۔ اور روزہ سپر ہے دوزخ سے بچاؤ کے لئے روزہ دار کو چاہیے
کہ فحش کلام نہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑے اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے تو کہدے
اِنِّیْ صَائِمٌ "میں روزہ دار ہوں"۔

[1] یہی مضمون اس شعر میں ادا ہوا ہے ؎ مژدہ باد اے روزہ داراں ہست فرمانِ خدا۔ ہر کہ دارد روزہ بہرِ من منم خود در جزا۔ مولانا بحر العلوم ارکان میں فرماتے ہیں کہ تمامی اہل کشف اس بات پر متفق ہیں کہ روزہ خاص اللہ کے لئے ہے اور اس کی جزا خود ذات پروردگار ہے اس سے مراد دیدار حق ہے جو روزہ دار کو جنت میں نصیب ہوگا ۱۲

(۴) ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے آپؐ نے فرمایا روزہ کو لازم کر لو اس کے برابر کوئی عمل نہیں پھر صحابیؓ نے عرض کیا مجھے اور کسی عمل کا حکم دیجئے پھر ارشاد فرمایا کہ روزہ کو لازم کر لو اس کے برابر کوئی عمل نہیں پھر صحابیؓ نے وہی عرض کیا پھر جواب میں وہی ارشاد فرمایا۔

(۵) ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔

(۶) ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے۔

(۷) ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ ہر شئے کیلئے زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

(۸) ایک حدیث میں فرمایا کہ روزہ دار کا سونا عبادت خاموشی تسبیح اور اسکی دعا مستجاب ہے۔

(۹) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رمضان میں بلا عذر شرعی ایک دن کا روزہ بھی ناغہ کرے اور اس روزہ کے بدلے اگر تمام عمر روزہ رکھے تو کافی نہیں (مطلب یہ کہ وہ ثواب نہ ملیگا)۔

(۱۰) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے جن کو بھوک کی برداشت نہ ہوتی تھی اور رونے لگتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں ایک دن ایک شخص پیش کیا گیا جس نے رمضان میں نشہ پیا تھا آپ نے

فرمایا تیری خرابی ہمارے بچے تک تو روزہ دار ہیں اور اُس پر حد جاری کی۔

رُبیّع (بنت معوذ بن عفرا) رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم خود روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے اور روئی کی گڑیاں بنا رکھتے تھے جب کھانے کے لئے وہ روتے تو وہی گڑیاں اُن کو دیتے اسی طرح شام تک بہلاتے تھے۔

یہاں تک تو فضیلت و تاکید تھی اب روزوں کے فائدوں پر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ سب[1] سے کمتر فائدہ یہ ہے کہ ان سے معدہ کی اصلاح ہوتی ہے اور معدہ وہ چیز ہے جس پر انسان کی زندگی اور اس کی صحت و تندرستی کا مدار ہے عام طور پر لوگ گیارہ مہینے تک مختلف قسم کے کھانے کھاتے رہتے ہیں اور ان کے ہضم کرنے میں معدہ کو متواتر محنت کرنی پڑتی ہے یہ سخت اور طویل محنت معدہ کو تھکا دیتی ہے اور اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کچھ دنوں کے لئے اس کو آرام دیا جائے تاکہ وہ اپنے کام کو انجام دینے کے لئے پھر تازہ دم ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "معدہ بیماری کا گھر ہے اور پرہیز کرنا سب سے بڑا علاج ہے" یہ وہ مہتم بالشان حدیث ہے جس پر تمام علوم طبیہ و فنون ریاضت جسمانی کا دارومدار ہے۔ یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ طبیب اپنے زیر علاج مریضوں کو پرہیز کرنے کی ہدایت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ پرہیز کرنا بیماریوں کے دفع کرنے کے لئے نہایت عمدہ علاج ہے طبی کتابوں میں لکھا ہے

[1] یہاں سے مصر کے ایک ڈاکٹر کے مضمون کا اقتباس ہے ۱۲

کہ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جو بغیر کسی اور علاج کے صرف پرہیز کرنے سے دور ہو جاتی ہیں غرض معدہ کو از سرِ نو درست کرنے اور اس سے از سرِ نو کام لینے کا بندوبست خداوند عالم نے یہ کیا ہے کہ اس نے ہم پر ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں گیارہ مہینے کی تھکا دینے والی محنت کے بعد اس مہینے میں معدہ آرام لیتا ہے اور سال آئندہ کے کام کے لئے اس کی قوت تازہ دم ہو جاتی ہے اشتہا کا صاف ہونا ہاضمہ کا درست ہونا طبیعت کا چست وچاق بننا قویٰ کا اپنے اپنے کام کو بخوبی ادا کرنا (وغیرہ) جن کا احساس عموماً رمضان کے بعد ہوتا ہے یہ روزوں کے جسمانی فائدے ہیں اور اخلاقی فائدے یہ ہیں کہ ان سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے بدکاریوں کا میلان دور ہوتا ہے شہوانی اور غضبی قوتیں اعتدال پر آتی ہیں عادات و اخلاق میں شائستگی اور نرمی پیدا ہوتی ہے محتاج اور مفلس بھائیوں کی تکلیفوں کا احساس ہوتا ہے ہمدردی اور رحمدلی کے جذبات کو تحریک ہوتی ہے ضرورت کے وقت سختی اور تکلیف جھیلنے کی عادت ہوتی ہے رزق و روزی کی قدر معلوم ہوتی ہے اور منعم حقیقی کا حقیقی طور پر شکر ادا ہوتا ہے یہ وہ اوصاف ہیں جن سے انسان انسانِ کامل ہو سکتا ہے

حاصل کلام روزہ بالفاظِ دیگر صحت کی حفاظت ہے نفس کی اصلاح ہے ہمدردی کی تعلیم ہے صبر و استقلال کا سبق ہے شکر الٰہی کی ترغیب ہے اور سراسر برکت اور از سرتا پا حکمت ہے

رویت ہلال کے احکام **ف** (۱) مسلمانوں پر واجب کفایہ[۱] ہے کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ غروب کے وقت رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں اگر چاند نظر آجاے تو روزہ رکھنا شروع کریں ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کرکے روزہ رکھیں (۲) رجب کی انتیسویں تاریخ کو شعبان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا مستحب ہے تاکہ شعبان کے مہینے کی صحیح تاریخ اور تعداد معلوم رہے (۳) جو شخص رمضان کا چاند دیکھے اُس پر واجب ہے کہ اُسی رات اُس مقام کے لوگوں کو خبر کردے (۴) رمضان کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو (ابر ہو یا غبار آلود ہو) صرف ایک آدمی کی خبر مقبول[۲] ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ مسلمان عاقل و بالغ اور عادل ہو (خواہ مرد ہو یا عورت) اور اگر مطلع صاف ہو تو پھر ایک آدمی کافی نہیں جماعت کثیرہ کی ضرورت[۳] ہے (تنبیہ) عادل سے یہ مراد ہے کہ بظاہر پرہیزگار ہو فاسق[۴] نہ ہو یا جس کا فاسق ہونا نہ ہونا غیر معلوم ہو (۵) اگر کسی نے رمضان کا چاند خود تو نہیں دیکھا مگر اس کو دیکھنے والے نے اپنی شہادت کا گواہ بنایا تو اس کی شہادت بھی قابل قبول ہے (۶) رمضان کے چاند کی گواہی میں اس کی ضرورت نہیں کہ "میں گواہی دیتا ہوں" کہے بلکہ صرف

---

[۱] کہ اگر بعض نے کرلیا تو سب کے ذمہ سے ادا ہو گیا ورنہ سب پر باقی رہا ۱۲ [۲] یعنی سننے والے پر روزہ لازم ہو جاتا ہے حکم حاکم کی ضرورت نہیں ۱۲ [۳] کہ جن کے خبر دینے سے یقین یا گمان غالب حاصل ہو ۱۲ [۴] فاسق کی گواہی قطعاً نامقبول ہے ۱۲

یہ کہنا کافی ہے کہ "میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے" (۷) عید الفطر کے چاند میں
(برخلاف رمضان کے) دو آزاد اور عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی
شہادت شرط ہے اور گواہی میں ان الفاظ کا کہنا بھی شرط ہے کہ "میں گواہی دیتا
ہوں" (۸) عید الاضحیٰ اور بقیہ مہینوں کے چاند کا ثبوت بھی اسی طرح ہے
جس طرح عید الفطر کا (۹) اگر کسی شخص نے تنہا رمضان یا عید الفطر کا چاند دیکھا
ہو مگر کسی وجہ سے اسکی گواہی قبول نہ ہوئی ہو تو اس کو ان دونوں دنوں کا روزہ
رکھنا واجب[1] ہے اگر روزہ نہ رکھے یا رکھنے کے بعد توڑ دے تو صرف قضاء لازم
آئیگی کفارہ واجب نہ ہوگا (۱۰) اگر حاکم یا قاضی رمضان کا چاند خود دیکھے
تو اس کو اختیار ہے کہ کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے عام لوگوں کو خبر کر دے
یا خود لوگوں کو حکم دے بخلاف عید کے کہ اس چاند میں دو آدمیوں کی شہادت کے
بغیر تنہا حاکم یا قاضی کی شہادت کافی نہیں ہو سکتی (۱۱) چاند کا ثبوت نجوم کے
قواعد یا جنتری وغیرہ سے نہیں ہو سکتا[2] اگرچہ منجم پرہیزگار ہوں اور خود منجم کو اپنے
حساب پر عمل کرنا جائز نہیں (۱۲) چاند کی خبر تار یا خط کے ذریعے قابل قبول
نہیں البتہ قاضی کا خط قاضی کے پاس آئے تو وہ قابل اعتبار ہے (۱۳) ایک
شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں کے لئے بھی حجت اور قابل عمل ہے

---

[1] اگرچہ رمضان کا اخیر روزہ اس کے حساب سے اکتیسواں ہو ۱۲ [2] بلکہ صرف رویت یا شہادت سے ہو سکتا ہے ۱۲

خواہ دونوں شہروں میں کتنا ہی فصل کیوں نہ ہو لیکن معتبر طور پر[1] خبر کا پہنچنا شرط ہے (۱۴) اگر دو عادل کی شہادت سے رویت ہلال ثابت اور روزے شروع کئے گئے ہوں تو تیس دن پورے ہو جانے کے بعد افطار کر لینا جائز ہے (خواہ ہلال عید نظر آنے کے روز مطلع صاف ہو یا نہو) اور اگر صرف ایک عادل کی شہادت پر روزے رکھے گئے ہوں تو افطار اُس وقت حلال ہے جبکہ ہلال عید نظر آنے کے روز مطلع صاف نہ ہو ورنہ افطار درست نہیں (۱۵) جن مقامات میں کوئی شرعی حاکم یا قاضی نہ ہو جس کے روبرو شہادت گذر سکے وہاں کے مسلمان خود ان احکام پر عمل کریں (یعنی ایک عادل کی گواہی پر روزہ رکھنا شروع کر دیں اور دو عادل کی گواہی پر افطار اور عید کر لیں) (۱۶) چاند دیکھ کر اُس کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے (اگرچہ دوسرے کو دکھلانے کے لئے ہو)۔

روزہ کی تعریف | **ف ۲** طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام روزہ ہے۔

روزہ کے اقسام | **ف ۳** روزے کی آٹھ قسمیں ہیں:۔

فرض معین[1] - فرض غیر معین[2] - واجب معین[3] - واجب غیر معین[4]

سنت[5] - نفل[6] - مکروہ تنزیہی - مکروہ تحریمی[8]

---

[1] یعنی رویت کے یا شہادت سے پس تار کی خبر معتبر نہیں ۱۲

توضیح۔ فرض معیّن ماہ رمضان کے ادائی روزے۔

فرض غیر معیّن ماہ رمضان کے قضائی روزے۔

واجب معیّن (۱) نذر معین کے روزے (یعنی کسی خاص دن یا تاریخ میں روزہ رکھنے کی منت مانیں تو اسی دن یا تاریخ روزہ رکھنا واجب ہے) (۲) جس نے رمضان یا عید کا چاند خود دیکھا ہو اور کسی وجہ سے اسکی گواہی قبول نہ ہوئی ہو تو اس پر ان دونوں دنوں کا روزہ واجب ہے

واجب غیر معیّن (۱) کفارے کے روزے (۲) نذر غیر معین کے روزے (جن میں دن تاریخ کی تخصیص نہ ہو) (۳) جن نفل روزوں کو شروع کرکے توڑ دئیے ہوں اُن کی قضاء۔

سنّت (۱) عاشورا (محرم کی دسویں) کا روزہ اور اُس کے ساتھ نویں کا بھی (۲) عرفہ (ذی الحجہ کی نویں) کا روزہ (۳) ایام بیض یعنی ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے

نفل (۱) ستہ شوال یعنی ماہ شوال میں چھ روزے (۲) ماہ شعبان کی پندرھویں کا روزہ (۳) جمعہ کا روزہ (۴) دوشنبہ کا روزہ (۵) پنجشنبہ کا روزہ (۶) صوم داؤدی یعنی ایک دن افطار ایک دن روزہ

مکروہ تنزیہی (۱) صرف عاشورا کا روزہ رکھنا (۲) صرف ہفتہ کے دن کا روزہ رکھنا (۳) درمیان میں کوئی دن ناغہ کئے بغیر ہمیشہ روزہ رکھنا (۴) عورت کو بلا اجازت خاوند نفلی روزہ رکھنا۔

مکروہِ تحریمی (۱) عید الفطر کے دن روزہ رکھنا (۲) عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا (۳) ایام تشریق (ذی الحجہ کی گیارھویں۔ بارھویں تیرھویں) میں روزے رکھنا۔

روزہ کا حکم ف ۴ (۱) ماہ رمضان کا روزہ ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض عین ہے مرد ہو خواہ عورت بشرطیکہ عورت حیض و نفاس سے خالی ہو (۲) روزہ کی فرضیت کا منکر کافر ہے (۳) روزہ کا بلا عذر ترک کرنیوالا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔

روزہ کے واجب ہونے کی شرطیں ف ۵ روزے کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں

(۱) مسلمان ہونا (کافر پر روزہ واجب نہیں)۔

(۲) عاقل ہونا (مجنون پر روزہ واجب نہیں)۔

(۳) بالغ ہونا (نابالغ پر روزہ واجب نہیں[1])۔

نیز تندرست اور مقیم ہونا اداکے واجب ہونے کے شروط ہیں۔

---

[1] نابالغ پر اگرچہ روزہ فرض نہیں لیکن عادت ہونے کے لئے حسب طاقت روزے رکھوائے جائیں ۱۲

روزہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

ف روزہ کے صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں
(۱) (عورت کا) حیض ونفاس سے خالی ہونا (حیض و نفاس والی عورتوں کا روزہ صحیح نہیں)
(۲) نیت یعنی دل سے روزے کا قصد کرنا (اگر تمام دن کھائے پئے نہیں لیکن نیت نہ کرے تو روزہ نہ ہوگا)

توضیح
نیت روزہ

(۱) نیت دلی ارادہ کا نام ہے زبان سے کہنا شرط نہیں البتہ دلی ارادے کے موافق زبان سے کہہ لینا مستحب ہے (۲) روزہ کی نیت رات سے کی جائے تو یوں کہے "نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالیٰ مِنْ صَوْمِ رَمَضَانَ" (میں نے نیت کی کہ کل اللہ تعالیٰ کے لئے رمضان کا روزہ رکھوں) یا مختصر جملہ "نَوَیْتُ بِصَوْمِ غَدٍ" (میں نے کل کے روزے کی نیت کی) کہہ لے اور اگر دن میں کرے تو یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ (میں نے آج کے روزے کی نیت کی) (۳) اگر نیت کے ساتھ الفاظ "اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ" تبرکاً ملالے تو حرج نہیں (۴) سحری[1] کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہے بشرطیکہ کھاتے وقت یا کھانے کے بعد روزہ نہ رکھنے کا ارادہ نہ کرلے (ورنہ سحری نیت کے قائم مقام نہ ہوگی) (۵) نماز پڑھتے میں روزہ کی نیت دل میں کرلے تو صحیح ہے (۶) رمضان کے ہر روزے میں نیت کرنا ضروری ہے ایک روز نیت کرلینا تمام روزوں کے لئے

---

[1] کیونکہ سحری روزہ رکھنے کی غرض ہی سے کھائی جاتی ہے ۱۲

کافی نہیں (۷) رمضان کے ادائی روزے اور نذر معین و نفل روزے کے لئے نیت کا وقت غروب آفتاب کے بعد سے نصف نہار شرعی سے کچھ پہلے تک ہے[1] پس اس وقت میں جب نیت کر لی جائے درست ہے[2] البتہ مستحب ہے کہ رات ہی سے نیت کر لی جائے نیز ان روزوں کی نیت میں تعیین یعنی یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ رمضان کا روزہ ہے یا نذر معین کا یا نفل کا بلکہ تعیین کریں خواہ نہ کریں یا مطلق روزہ کی نیت کریں یا نفل روزہ کی نیت کریں بہر حال رمضان میں رمضان کا روزہ ہوگا اور نذر معین کے دن نذر معین کا اور باقی دنوں میں نفل کا البتہ تعیین کر لینا افضل ہے (نصف نہار شرعی یعنی شرعی دن[3] صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے[4] (۸) رمضان کے قضائی روزوں میں اور نذر غیر معین کے اور کفارات کے روزوں میں اور ان نفل روزوں کی قضا میں جو شروع کر کے توڑ دیئے گئے ہوں غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے طلوع تک (یعنی صبح صادق سے پہلے)

---

[1] یعنی اگر کوئی شخص رات سے نیت کرنی بھول جائے صبح یا دن چڑھے یاد آئے تو اس وقت بھی نیت کر سکتا ہے بشرطیکہ صبح صادق سے اس وقت تک کھانے پینے سے اقرار رہا ہو ۱۲ [2] اس کے بعد روزہ کی نیت نہیں ہو سکتی ۱۲ [3] بخلاف عرفی دن کے کہ وہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے ۱۲
[4] مثلاً اگر چار بجے صبح صادق ہوا اور چھ بجے غروب تو شرعی دن چودہ گھنٹہ کا ہوا اور نصف دن گیارہ بجے آگیا پس گیارہ سے پہلے پہلے نیت کر لینی جائز ہے ۱۲

نیت کرلینی ضرور[1] ہے نیز ان روزوں کی نیت میں تعیین یعنی خاص[2] الٰہی روزوں کی نیت کرنی ضروری ہے (۹) کسی روزہ کی نیت غروب[3] آفتاب سے قبل صحیح نہیں (۱۰) نیت میں تردد[4] نہ ہونا چاہیئے ورنہ روزہ نہ ہوگا (۱۱) روزہ کی حالت میں افطار کی نیت کرنے سے روزہ کی نیت باطل نہیں ہوتی تاوقتیکہ افطار نہ کرے۔

روزہ کے فرائض

ف روزے کے تین فرض ہیں:۔

(۱) صبح صادق کے طلوع[5] سے غروب[6] آفتاب تک کچھ نہ کھانا۔

(۲) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کچھ نہ پینا۔

(۳) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک جماع نہ کرنا

روزہ کے مسنونات و مستحبات

ف روزہ کے مسنونات و مستحبات حسب ذیل ہیں

(۱) سحری[7] کھانا (۲) سحری کھانے میں تاخیر[8] کرنا (۳) رات سے روزہ کی

---

[1] اگر صبح صادق کے بعد نیت کی جائے تو کافی نہیں ۱۲ [2] یعنی یہ رمضان کا قضا روزہ ہے یا نذر غیر معین کا روزہ ہے یا کفارہ وغیرہ کا روزہ ۱۲ [3] یعنی غروب آفتاب سے قبل نیت کرے کہ کل روزہ رہونگا تو صحیح نہیں ۱۲ [4] مثلاً کل دعوت نہ ہو تو روزہ ورنہ روزہ نہیں ۱۲ [5] طلوع سے ابتداء طلوع مراد ہے ۱۲ [6] غروب سے مراد آفتاب کا پوری طرح غائب ہوجانا ہے ۱۲ [7] سحری کھانا سنت ہے اور موجب برکت حدیث شریف میں اس کا بہت ثواب آیا ہے بھوک نہ ہو تو بھی ایک دو لقمہ کھالیں یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لیں ۱۲ [8] سحری کا وقت رات کا آخری یا چھٹا حصہ ہے یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے پس صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے سحری کھالینا چاہیئے اس قدر تاخیر کرنی کہ طلوع صبح کا شک ہوجائے مکروہ ہے ۱۲

نیت کرنا (۴) افطار میں جلدی[1] کرنا (جبکہ غروب[2] آفتاب کا پورا[3] یقین ہوجائے)
(۵) کھجور[4] سے افطار کرنا (۶) افطار سے پہلے یہ دُعا پڑھنا اَللّٰھُمَّ لَکَ
صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَبِصَوْمِ الْغَدِ
مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ ؕ
(۷) حالت روزہ میں غیبت جھوٹ فحش گالی گلوچ وغیرہ تمام گناہوں اور بری
باتوں سے بچنا[5] (۸) عبادت کی کثرت کرنا خصوصاً رمضان کے اخیر عشرے
میں شب بیداری اور مسجد میں اعتکاف کرنا (وغیرہ)۔

روزے کے مفسدات ۹

وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے دو
طرح پر ہیں ایک وہ جن سے صرف قضا لازم آتی ہے (یعنی ایک روزہ کے عوض
ایک ہی روزہ رکھنا) دوسرے وہ جن سے قضا اور کفارہ دونوں واجب
ہوتے ہیں (یعنی ایک روزہ کے عوض ایک روزہ رکھنے کے علاوہ ایک
غلام بھی آزاد کرنا اگر یہ نہ ہو تو لگاتار ساٹھ روزے رکھنا یہ بھی نہ ہوسکے تو
ساٹھ مسکینوں کو دو وقتہ کھانا کھلانا) پس ہر ایک قسم کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے

[1] لیکن ابر کے دنوں میں جلدی مستحب نہیں ۱۲ [2] غروب کے بعد اتنی تاخیر کرنی کہ تارے نکل آئیں مکروہ ہے ۱۲ [3] غروب پوری طرح ہونے کی علامت یہ ہے کہ مشرق سے سیاہی اٹھنے لگے ۱۲
[4] اگر کھجور نہ ہوں تو پانی سے افطار کرے ۱۲ [5] ورنہ روزہ کا اجر ضائع جاتا ہے ۱۲

وہ مفسدات جن سے قضا و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں

(۱) روزہ دار کا ایسی چیز کو جو غذا یا دوا یا لذت[1] کے طور پر استعمال کی جاتی ہے قصداً کھا لینا یا پی لینا (۲) قصداً جماع کرنا[2] (۳) سرمہ یا تیل لگانے یا مسواک کرنے یا پچھنے لگانے سے[3] یہ سمجھ کر کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہوگا قصداً کھا پی لینا یا جماع کرنا۔ ان صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں لیکن

کفارہ واجب ہونے کی شرطیں

کفارہ واجب ہونے کیلئے حسب ذیل نو شرطیں ہیں (۱) روزہ دار عاقل و بالغ ہو (۲) روزہ ماہ رمضان کا ادائی روزہ ہو (۳) روزہ کی نیت رات سے کی ہو (۴) نیت میں تعیین ہو چکی ہو یعنی یہ کہا ہو کہ "ماہ رمضان کا ادا روزہ رکھتا ہوں" (۵) بیماری یا حیض و نفاس وغیرہ عذرات کے بغیر روزہ توڑا گیا ہو (۶) روزہ توڑنے کا فعل بغیر کسی کے جبر و اکراہ کے اپنے قصد و خواہش سے واقع ہوا ہو (۷) روزے کو جماع یا غذا یا دوا کی قسم والی چیز سے توڑا ہو (۸) روزہ توڑنے سے قبل بھولے سے کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جو روزہ ٹوٹنے والا ہو (۹) روزہ توڑنے کے قبل یا بعد کوئی ایسا غیر اختیاری عذر

---

[1] مثلاً اپنے محبوب کا تھوک نگلنا یا جو مٹی کھانے کا عادی ہو اس کا مٹی کھا لینا یا تمبا کو پینا و نحوہ ۱۲

[2] یا کرانا لیکن شرط یہ ہے کہ عورت قابل جماع ہو خواہ انزال ہو یا نہ ہو فاعل و مفعول دونوں پر قضا و کفارہ واجب ہوگا لواطت بھی اسی حکم میں ہے،

[3] غرض ایسا کام کرنے سے جس سے روزہ ٹوٹنے کا گمان نہ ہوتا ہو ۱۲

لاحق نہ ہوا ہو جس سے روزہ توڑنا جائز ہوتا مثلاً بیماری یا حیض وغیرہ[1]۔
(تنبیہ) اگر ان نو شرطوں میں سے ایک شرط بھی فوت ہو تو کفارہ لازم نہیں آتا صرف قضاء واجب ہوتی ہے۔

کفارہ کی توضیح (۱) روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یہ نہ ہو تو پے در پے[2] ساٹھ روزے رکھے اگر روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا کچا اناج دیدے مثلاً گیہوں ہو تو فی آدمی آدھا صاع اگر جو یا کھجور ہو تو فی آدمی ایک صاع[3] (۲) اگر ایک رمضان میں کئی روزے توڑے ہوں اور کسی کا کفارہ نہ دیا ہو تو سب کیلئے ایک ہی کفارہ کافی ہے لیکن ہر روزہ کی قضا علیحدہ علیحدہ واجب ہے۔

وہ مفسدات جن سے صرف قضا لازم آتی ہے (۱) بھول کر کھا پی لینے یا جماع کرنے سے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا پھر قصداً کھا پی لینا یا جماع کرنا (۲) کلی کرتے وقت یا غوطہ لگاتے وقت بے اختیار حلق میں پانی اتر جانا (۳) ناس لینا (۴) کان یا ناک میں دوا یا تیل ڈالنا (۵) سر یا پیٹ کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا پیٹ یا دماغ تک پہنچ جانا (۶) حقنہ لینا

[1] سفر اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ اختیاری ہے اس سے کفارہ ساقط نہ ہوگا ۱۲ [2] پے در پے کی شرط مرد کے لئے ہے حیض و نفاس والی عورت اس سے مستثنیٰ ہے ۱۲ [3] صاع کا وزن دو سیر ڈیڑھ پاؤ ہے دیکھو صفحہ ۹۸، رسالہ ہذا ۱۲

(۷) قصداً منہ بھر کے قے کرنا (۸) بے اختیار منہ بھر آئی ہوئی قے کو لوٹا کر نگل جانا (۹) رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھانا (۱۰) آفتاب غروب ہونے سے قبل غروب ہونے کے گمان پر افطار کر لینا (۱۱) کنکر، کاغذ، گھانس، روئی وغیرہ ناقابل استعمال اشیا، کا نگل جانا (۱۲) احتلام ہونے پر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا کھاپی لینا (۱۳) کسی کا زبردستی کر کے یا سوتے میں منہ میں پانی ڈال دینا (۱۴) آنسو یا پسینے کے اس قدر قطروں کا منہ میں چلا جانا کہ ان کی نمکینی تمام منہ میں محسوس ہو (۱۵) کسی خوشبوئی (عود، عنبر وغیرہ) کا دھواں سونگھنا (۱۶) دانتوں میں اٹکی ہوئی چیز کا زبان سے نکال کر نگل جانا جبکہ وہ چنے برابر یا اس سے زائد ہو یا چنے سے کم ہو مگر منہ سے باہر نکال کر پھر کھا لینا (۱۷) اس تھوک کا نگل جانا جو رنگین تاگے کو بانٹنے کے لئے منہ میں لینے سے رنگین ہو گیا ہو (۱۸) رمضان کے ادائی روزوں کے سوا اور روزوں کا توڑ دینا (وغیرہ) ان سب صورتوں میں صرف روزہ کی قضا لازم آتی ہے۔

بعض روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتیں (۱) اگر روزہ یاد نہ ہو اور بھول کر کچھ کھا پی لے یا جماع کرے (۲) بے اختیار حلق میں غبار یا دھواں یا مکھی چلی جائے

---

[۱] اگرچہ رمضان کے قضائی روزے ہوں ۱۲ [۲] اور کوئی یاد بھی نہ دلائے (تنبیہ) روزہ دار کو روزہ کے منافی کام کرتے دیکھ کر روزہ یاد دلانا واجب ہے بشرطیکہ وہ کمزور و ناتوان نہ ہو ۱۲

(۳) بے اختیار قے ہو جائے اگرچہ منہ بھر ہو (۴) احتلام ہو جائے (۵) دانتوں سے خون نکل کر حلق میں پہنچ جائے مگر تھوک پر غالب نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔

رمضان کا احترام رمضان کے مہینے میں روزہ ٹوٹ جانے کے بعد لازم ہے کہ جس قدر دن باقی ہو اس کو روزہ داروں کی طرح گزارا جائے یعنی کھانے پینے اور جماع کرنے سے دور رہے تاکہ رمضان کا احترام قائم رہے اسی طرح اگر مسافر دن میں اپنے گھر آجائے یا نابالغ بالغ ہو جائے یا حیض و نفاس والی عورت پاک ہو جائے یا مجنون اچھا ہو جائے یا مریض تندرست ہو جائے یا کوئی کافر مسلمان ہو جائے تو ان تمام لوگوں کو بھی بقیہ دن روزہ داروں کی طرح رہنا چاہیے

روزے کے مکروہات **ف۱** روزے میں امور ذیل مکروہ ہیں:-

(۱) بلا ضرورت کوئی چیز چکھنا یا چبانا (۲) کلی کرنے یا ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا (۳) استنجے میں مبالغہ کرنا (۴) منہ میں پانی دیر تک رکھنا (۵) منہ میں تھوک جمع کر کے نگل جانا (۶) سحری کھانے میں اتنی دیر کرنا کہ صبح ہونے کا اندیشہ ہو جائے (۷) کوئلہ چبا کر دانت مانجنا (۸) افطار بہت تاخیر سے کرنا

---

[۱] جبکہ یہ صورتیں نصف نہار کے بعد واقع ہوں اور اگر پہلے واقع ہوں تو روزہ رکھنا لازم ہے ۱۲ [۲] اگر بغیر ضرورت مثلاً خاوند یا حاکم کے خوف سے کوئی چیز چکھ لی جائے تو مکروہ نہیں ۱۲

(۹) روزہ میں غیبت کرنا، جھوٹ بولنا گالی گلوچ فحش زبان سے نکالنا[۱] (وغیرہ)

روزے کے مباحات | **ف ۱۱** امور ذیل روزہ میں مباح ہیں یعنی ان سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا:-

(۱) سرمہ لگانا (۲) مسواک کرنا (تر ہو یا خشک اگرچہ بعد زوال ہو) (۳) خوشبو لگانا یا سونگھنا (۴) پچھنے لگانا (۵) فصد لینا (۶) سر یا بدن میں تیل لگانا۔ (۷) کان میں پانی ٹپکانا (۸) آنکھ میں دوا ڈالنا (۹) اپنا تھوک نگل لینا (۱۰) کلی کے بعد منہ کی تری نگل جانا (۱۱) دانتوں میں اٹکی ہوی چیز کا (بغیر باہر نکالے) نگل جانا بشرطیکہ چنے سے کم ہو (وغیرہ)۔

روزہ نہ رکھنے کے عذرات | **ف ۱۲** جن عذرات سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) سفر[۲] خواہ جائز ہو یا ناجائز بے مشقت ہو (جیسے ریل کا) یا بامشقت (جیسے پیادہ پا یا گھوڑے وغیرہ پر) لیکن بے مشقت سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اگر روزے کی نیت کر چکنے کے بعد سفر شروع کیا جائے تو اس دن روزہ پورا کرنا لازم ہے اگر روزہ توڑ دے تو کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضا واجب ہوگی اور اگر روزہ توڑ کر سفر شروع کرے تو کفارہ بھی لازم آئیگا (۲) مرض کہ روزہ رکھنے

---

[۱] یہ چیزیں روزے کے بغیر بھی بری ہیں اگر روزے میں اور زیادہ بری ہیں ۱۲ [۲] سفر سے شرعی سفر مراد ہے یعنی تین دن کی مسافت ہو ۱۲

سے مریض کو زیادتی مرض کا خوف ہو یا دیر میں صحت حاصل ہونے کا اندیشہ ہو
جس کو مریض خود اپنے تجربہ سے محسوس کرے یا کسی علامت سے یا ایسے مسلمان
طبیب حاذق کے آگاہ کرنے سے جو کھلا ہوا فاسق نہ ہو اگر تندرست کو یہ خوف
ہو کہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائیگا تو وہ بھی اسی حکم میں ہے (۳) حمل بشرطیکہ حاملہ
کو روزہ رکھنے میں اپنی جان یا بچے کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو (۴) دودھ پلانا اگر
اپنی یا بچہ کی مضرت کا گمان غالب ہو (خواہ دودھ پلانیوالی ماں ہو یا دایہ)
(۵) بھوک پیاس کا غلبہ کہ روزہ کا تحمل نہ ہو سکے اور ہلاکت کا خوف ہو (۶)
بڑھاپا جس میں روز بروز کمزوری بڑھتی جائے اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو
(۷) اکراہ یعنی روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جانا بشرطیکہ جان کا یا ضرر شدید کا خوف ہو

روزہ توڑ دینے کی صورتیں اگر روزہ دار[1] دفعۃً بیمار ہو جائے مثلاً بخار چڑھ
آئے یا درد سر یا درد شکم شدت سے ہونے لگے یا اسکو سانپ[2] بچھو کاٹ لے[3] یا حاملہ
کو ایسی بات پیش آئے کہ روزہ قائم رکھنے سے اس کو یا بچہ کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو
یا بھوک پیاس کا اسقدر شدت سے غلبہ ہو کہ ہلاکت کا خوف ہو یا روزہ[4] توڑنے پر مجبور کر دیا جائے بشرطیکہ
جان کا یا ضرر شدید کا خوف ہو تو ان تمام صورتوں میں روزہ[5] توڑ دینا جائز ہے (تنبیہ) اعذارات
مذکورہ کی وجہ سے جس قدر روزے نہ رکھے گئے ہوں بڑھاپے کے سوا باقی سب عذرات کے

[1] یعنی فرض اور واجب روزہ کیونکہ نفل روزہ تو ضیافت وغیرہ کے عذر سے بھی توڑا جا سکتا ہے ۱۲

رفع ہو جاتے پر ان روزوں کی قضاء رکھنا لازم ہے اور حالت بڑھاپے کے روزوں کی قضاء نہیں بلکہ فدیہ دینا چاہئے یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک مقدار صدقۂ فطر کی واجب ہے یا دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے۔

قضاء رکھنے کے احکام ف ۱۳ (۱) اگر فرض یا واجب معیّن روزے بروقت نہ رکھے گئے ہوں خواہ کسی عذر سے یا بلا عذر یا رکھنے کے بعد کسی وجہ سے ٹوٹ گئے ہوں یا توڑ دئے گئے ہوں تو اور دنوں میں اُن کی قضاء رکھنا لازم ہے (۲) قضاء کے لئے وقت کی کوئی تخصیص نہیں جب موقع ملے رکھ لئے جائیں البتہ جس قدر جلد ممکن ہو رکھ لینا بہتر ہے تاکہ جلد ذمہ سے ساقط ہو جائیں (۳) قضاء روزوں کا لگاتار رکھنا ضروری نہیں (خواہ رمضان کے ہوں یا کوئی اور) بلکہ درمیان فصل دیکر بھی رکھ سکتے ہیں (۴) قضاء روزوں میں (نماز کی طرح) ترتیب بھی نہیں ہے بلکہ اگر کسی نے قضائی روزے ابھی نہیں رکھے تھے کہ دوسرا رمضان آگیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے موجودہ رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد قضاء روزے (۵) عورت کو حیض و نفاس کی وجہ سے جتنے روزے قضاء ہو گئے ہوں رمضان کے بعد قضاء کر لینے چاہئیں (۶) اگر روزے بڑھاپے وغیرہ[1] کے باعث قضا ہوئے ہوں تو ان کی قضاء لازم نہیں بلکہ فدیہ دینا واجب ہے

[1] یا ایسی بیماری جس میں صحت کی امید منقطع ہو چکی ہو ۱۲

(یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک مقدار صدقۂ فطر کی یا ایک مسکین کو دو وقتہ پیٹ بھر کھانا کھلانا)۔

نذر کے احکام ۱۴۱ (۱) نذر یعنی منت ماننا جائز ہے اور منت ماننے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب بشرطیکہ وہ منت خلاف شرع امور کی نہ ہو نیز منت کی پوری شرطیں موجود ہوں (۲) منت کی شرطیں یہ ہیں:—

(۱) جس چیز کی منت مانے وہ شرعاً قسم واجبات سے ہو جیسے نماز، روزہ وغیرہ یعنی اتنی رکعت نماز پڑھونگا یا اتنے روزے رکھونگا یا اتنے فقیروں کو کھانا کھلاؤنگا

(۲) منت کسی عبادت کا ذریعہ نہ ہو مثلاً وضو کرنے کی نذر صحیح نہیں۔

(۳) منت ایسی چیز کی نہ ہو جس کو خود شریعت نے واجب کیا ہو مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھونگا یا رمضان کے روزے رکھونگا وغیرہ۔

(۴) جس چیز کی منت کی جائے وہ اپنی ذات میں معصیت نہ ہو مثلاً یہ کہنا درست نہیں کہ اگر کام ہو جائے تو فلاں شخص کیلئے نماز پڑھونگا یا روزہ رکھونگا بخلاف عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی نذر کے کہ اگرچہ عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے لیکن یہ نذر صحیح ہے کیونکہ روزہ رکھنا

بالذات جائز ہے اور ممانعت عید ہونے کی وجہ سے ہے ۔

(۵) منت ایسی چیز کی نہ ہو جس کا ہونا محال ہو مثلاً گذشتہ دن روزہ رہنے کی منت

(۳) منت صحیح ہونے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ دل میں اس کا ارادہ بھی ہو بلکہ صرف زبان کا اعتبار ہے مثلاً دل میں ایک روزہ کا خیال تھا اور زبان سے ایک مہینہ نکل گیا تو ایک ہی مہینہ کے روزے واجب ہو گئے (۴) اگر کوئی شخص ایام ممنوعہ (عید الفطر۔ عید الاضحیٰ ذیحجہ کی گیارھویں۔ بارھویں۔ تیرھویں) کے روزوں کی نذر کرے تو اس کو چاہئے کہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے بلکہ اس کے عوض اور دنوں میں رکھ لے اور اگر انہی دنوں میں رکھ لے تو نذر ادا ہو جائیگی لیکن گناہ ہوگا (۵) نذر کی دو قسمیں ہیں ایک معلق جو کسی شرط پر موقوف ہو مثلاً فلاں کام ہو جائے تو اتنے روزے رکھونگا دوسری غیر معلق جو کسی شرط پر موقوف نہ ہو مثلاً میں اللہ کے لئے اتنے روزے اپنے نفس پر واجب کرتا ہوں (۶) نذر معلق میں شرط پائی جانے سے پہلے منت پوری کرنی صحیح نہیں مثلاً پہلے روزے رکھ لیں اس کے بعد شرط پائی جائے تو پھر دوبارہ روزے رکھنا واجب ہوگا (۷) نذر غیر معلق میں اگر وقت یا مقام معین کیا جائے تو اس کا اعتبار نہیں چنانچہ مکہ معظمہ میں روزے رکھنے کی نذر کرکے اگر اپنے ہی گھر میں رکھ لے

یا جمعہ کے دن رکھنے کی نذر کرکے دوشنبہ کے دن رکھے تو بھی نذر پوری ہو جائیگی
(۸) منت خدائے تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ماننی حرام ہے کیونکہ منت بھی گویا
عبادت ہے اور عبادت کا مستحق خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں البتہ ایسی منت
ہو سکتی ہے کہ یا اللہ میں تیرے لئے یہ نذر کرتا ہوں اگر میرا کام نکل آئے تو
فلاں بزرگ کے عرس کے دن یا اور کسی وقت کھانا پکوا کر درگاہ کے فقرا یا
اور مساکین کو کھلاؤں گا اور اس کا ثواب ان بزرگ کی روح کو بخشدوں گا
جو شرعاً جائز ہے۔

اعتکاف کے احکام

ف ۱۵ (۱) مسجد میں عبادت کی نیت کے ساتھ
ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے (اعتکاف کا احادیث میں بہت ثواب آیا ہے حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معتکف گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں
سے اسکے اسقدر ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے تمام نیکیاں کیں نیز فرمایا کہ جس نے رمضان
میں دس دن کا اعتکاف کرلیا تو گویا اس نے دو حج اور دو عمرے کئے) (۲) اعتکاف کی
تین قسمیں ہیں واجب۔ سنت مؤکدہ[1]۔ مستحب[2] (واجب وہ اعتکاف ہے جسکی نذر کیجائے
خواہ وہ نذر کسی شرط پر موقوف ہو یا نہ ہو اور سنت مؤکدہ رمضان کے اخیر عشرہ
کا اعتکاف ہے اور واجب و سنت مؤکدہ کے علاوہ باقی اعتکاف مستحب ہیں)

[1] سنت مؤکدہ کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بھی کرلے تو سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے ۱۲

(۳) اعتکاف واجب و سنت موکدہ دونوں میں روزہ شرط ہے اعتکاف مستحب میں شرط نہیں (۴) اعتکاف واجب کی مقدار کم سے کم ایک دن ہے اور مسنون کی ایک عشرہ[۱] اور مستحب کی کوئی مقدار[۲] مقرر نہیں (۵) اعتکاف کی شرطیں یہ ہیں مسلمان ہونا۔ عاقل ہونا جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا مسجد میں اعتکاف کرنا اور اعتکاف کی نیت کرنا (۶) عورت اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھا کرتی ہو وہیں اعتکاف کرے (۷) معتکف کو قرآن مجید کی تلاوت، کتب دینی کے مطالعہ درود شریف کی کثرت اور نیک و اچھی باتوں میں مشغول رہنا چاہیئے[۳] (۸) حالت اعتکاف میں مسجد میں کھانا، پینا، سونا اور حاجت کی چیزیں خرید دینا (بشرطیکہ مسجد کے اندر نہ ہو) اور نکاح کرنا جائز ہے (۹) معتکف کو پیشاب پاخانہ کیلئے فرض غسل کیلئے وضو کے لئے اور جمعہ کی نماز کیلئے زوال کے وقت یا اتنی دیر پہلے کہ جامع مسجد کو پہنچکر خطبہ سے پہلے سنت پڑھ سکے مسجد سے نکلنا جائز ہے مگر ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرے (۱۰) بلا عذر قصداً یا سہواً مسجد سے باہر نکلنے اور صحبت کرنے اور کسی عذر سے باہر نکلکر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے اور بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے نکل آنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے (۱۱) اعتکاف فاسد ہونے پر اگر واجب ہو تو قضا کرنا واجب ہے سنت و مستحب ہو تو ضرور نہیں۔

---

[۱] یعنی بیسویں تاریخ کی شام کو غروب کے وقت مسجد میں داخل ہو پھر چاند ہونے کے بعد نکل جائے ۱۲ [۲] یہ دو لحظہ کا بھی ہو سکتا ہے اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لیا کرے تو روزانہ بہت سے اعتکافوں کا ثواب مل جائے ۱۲ [۳] بالکل خاموش رہنا یا لغو باتیں کرنی مکروہ ہے۔

حج کا بیان

اس سے قبل اسلام کے چار ارکان ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ کا بیان ہو چکا ہے جن میں نماز اور روزہ تو بدنی عبادتیں ہیں اور زکوٰۃ مالی عبادت اب حج کا ذکر کیا جاتا ہے جو بدنی اور مالی دونوں عبادتوں کا جامع ہے اور یہ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔

حج کا معنی لغت میں کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں ایک خاص زمانہ میں خاص طریقوں سے کعبۂ مکرمہ کا طواف کرنے اور عرفات میں ٹھہرنے کا نام حج ہے کعبۂ مکرمہ وہی مقدس مقام ہے جسکی طرف متوجہ ہونے پر نماز جیسی محترم عبادت کی صحت موقوف ہے اور جو مکہ معظمہ میں واقع ہے اور جس کو بیت اللہ شریف کہا جاتا ہے حج ایک نہایت عظیم الشان عبادت ہے جس کے فضائل شریعت میں بہت وارد ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہے:—

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ پ ۴ ع
اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا (یعنی) اس پر جو وہاں تک جانے کی طاقت رکھے

حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے حج کیا اور فحش گوئی سے (اثناء حج میں) بچا رہا تو وہ (ایسا گناہوں سے پاک ہو کر) لوٹے گا جیسے اس دن (پاک تھا جس دن) ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا" اور حج نہ کرنے پر سخت وعید فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ضرورت یا ظالم بادشاہ یا کوئی

”... یا نصرانی ہو کر مرے بیوی کو اختیار ہے چاہے تو اُسے حج نہ کرے اور پھر وہ حج نہ روکے اور مرض مانع نہ ہو“ — حج بھی نماز زکوٰۃ روزہ کی طرح مسلمانوں پر فرض ہے مگر عمر بھر میں صرف ایک[1] مرتبہ اور اُسی شخص پر جو عاقل، بالغ، تندرست ہو اور اس قدر مال کا مالک ہو جو حاجت اصلی سے زائد اور قرض سے محفوظ ہو اور زادِ راہ و سواری کیلئے نیز جن لوگوں کا نفقہ واجب ہے اُن کیلئے واپسی تک کافی ہو سکے حج کے علاوہ ایک اور عبادت ہے جو انہی مقامات میں بجالائی جاتی ہے اس کو عمرہ کہتے ہیں وہ سنت موکدہ ہے حدیث شریف میں عمرہ کو اُن گناہوں کا کفارہ فرمایا گیا ہے جو دوسرے عمرہ تک واقع ہوں حج و عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد (یا پہلے) ایک اور خیر ہے جو اہل ایمان و محبت کی جان ہے مقصدِ اعظم ہے سرمایۂ سعادتِ دنیا و آخرت ہے اور وہ زیارت روضۂ مقدسہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو افضل مستحبات بلکہ واجب کے قریب ہے جسکی نسبت ارشاد ہے کہ ”جو میری قبر کی زیارت کرے اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہے جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری زندگی میں میری زیارت کی“ اور حج کے تارک کیلئے یہ وعید ہے ”جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا“ خداوند تعالیٰ ہم سب کو بلا مطلوب دیارِ محبوب (مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ) کی حاضری یا فریضۂ حج کی تکمیل اور سعادتِ زیارت سے مشرف و بہرہ اندوز کرے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَ الشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ آمِيْن وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن

تمت بالخیر

[1] اسی وجہ سے اس مختصر رسالہ میں حج کے مسائل کی تفصیل نہیں لکھی گئی بروقت معلوم کر سکتے ہیں ۱۲